

منشی جی

شوکت تھانوی

منشی جی

از شوکت تھانوی

ایک ہی کردار کی گیارہ مضحک تصویریں جنکو مذاہرے تک میل س طرح
پیش کیا گیا جو کہ منشی جی کا ہیوٹی پول سے خد خال کیا تھ پیش نظر جاتا ہو
ادراکی گھر یوزندگی کا فترتہ پڑھنے والے کیلئے دیوار تھمہ کھڑی کر دیتا ہو
ریڈیو پر یہ کیا تمثیلیں نشر ہو کر عام مقبولیت حاصل کر چکی ہیں اور منشی جی
اس حد تک زندہ جاوید ہو چکے ہیں کہ ان کے گیارہ کارناموں کو محفوظ رکھنا
از بس ضروری ہے۔

باجازت آل انڈیا ریڈیو مولوی محمد صدیق پبلشر
مینجر صدیق بک ڈپو لکھنؤ
نے شائع کیا

برہما سید توسل حسین ریڈیو انڈیا پریس کنفیشن چمپا قیمت مقرر

برادری ۲۰۰۰ جلد

انتاب

میں ان تمیلوں کو آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ کے
اُس مائیکروفون سے منسوب کرتا ہوں،
جس سے نشر ہو کر یہ اس قدر مقبول ہوا،

اطافت شوکت
ظرافت فریت

فہرست

صفحہ	نمبر شمار	
۳	۱	انتخاب
۴	۲	فہرست مضامین
۵	۳	بقلم خود
۱۰	۴	پیر جی نے بسم اللہ پڑھائی
۱۷	۵	منشی جی نے کہا فی کس
۳۵	۶	منشی جی نے حیا بنائی
۵۱	۷	منشی جی نے خط لکھا
۶۹	۸	منشی جی نے دو ابی
۸۵	۹	منشی جی نے صفائی کی
۱۰۱	۱۰	منشی جی نے تصویر کھینچائی
۱۱۵	۱۱	منشی جی سودا لائے
۱۲۹	۱۲	منشی جی نے سبق پڑھایا
۱۴۳	۱۳	منشی جی نے سفر کیا
۱۵۷	۱۴	منشی جی نوکر ہو گئے
۱۷۱	۱۵	منشی جی نے مکان بدلا

بقلم خود

”بقلم خود“ سے لفظ ”منشی“ کو جو مناسبت ہو اس کو فی الحال کوئی بحث نہیں بلکہ یہ بھی ایک قسم کا عرض حال ہو منشی جی کا نہیں بلکہ منشی جی کے منشی جی کا۔ اب اگر اسی منشی جی کی بقلم خود بھی نمایاں ہو جائے تو اسکو بیکہ کثرت و کار سمجھنا چاہئے۔ بہر حال ہمارا مقصد منشی جی کی خدمت میں کوئی قصیدہ لکھنا نہیں البتہ ان کی طرف قصیدہ کا گریز ہو جائے تو ہم اسکے ذمہ دار بھی نہیں ہو سکتے۔

منشی جی کا سلسلہ کب کیونکر شروع ہوا۔ اسکی تاریخ بیان کرنے میں ایک انداز نگار کے ملاحظہ ہو جائیگا شدید خطرہ ہے البتہ اتنا کہ بغیر تو رہا بھی نہیں جاسکتا کہ لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن کے پروگرام ڈائریکٹر صاحب محمد صاحب کو عرصہ کسی ایسے کہہ کر کی جیتو تھی جو ہمارے مدوح منشی جی کی قسم کا ہو منشی جی ملے تو کہاں؟ خیر یہ بات راز کی ہو منشی جی سے عہد ہو کہ انکی دریافت پر روشنی نہ ڈالی جائیگی مگر یہ بتانے میں عہد شکنی نہیں ہوتی کہ اس خاکسار ہی نے منشی جی کو دراز کیا اور منشی جی کے بے نقاب کرنے کے بعد غولہ اپنے چہرہ پر سکوئی ”کا پردہ ڈالکر ریڈیو سنسنے والوں اور لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے سامنے ان کو اس طرح پیش کیا کہ ہر ایک نے انکو کانوں سے دیکھا یعنی اسنے بڑگی کے بعد بھی منشی جی کا پردہ برقرار رہا منشی جی یا سیکرٹون کی صلیں سے اس طرح لگ کر بیٹھ کر دستا چھپے۔ سامنے آئے مختصر یہ کہ کچھ ”نظارہ کا نظارہ روپوشی کی روپوشی“ کا سا عالم رہا مگر آنکھوں سے نہ دیکھنے والوں نے بھی کانوں سے سنا کہ جب منشی جی کے حسن و دیدہ البتہ شدید سے گرویدگی کا اظہار کیا تو منشی جی نے آخر خود ہی کہا کہ ”بھئی یعنی اٹھا دو اسب پرے یعنی دہی بات۔ دہی

وہی کیا ہے وہ شنیدہ۔۔۔۔۔ دیدہ۔۔۔۔۔ مطلب یہ کہ۔۔۔۔۔ دیدہ اور شنیدہ۔۔۔۔۔ ہم سمجھ گئے کہ منشی جی کا مطلب یہ ہو کہ ”شنیدہ کے بود مانند دیدہ“ منشی جی کو لاکھ سمجھایا کہ حضرت یہ گرویدگی آپ کے حسن و جہانوز سے زیادہ آپ کی اداکاری کے باعث ہوئی جو جس کا سہرا ڈرامہ ڈاکٹر مٹر غلام قادر فرید کے سر ہوا اور جسکی داد مٹر رونق علی کو ملنا چاہئے جنھوں نے آپ کی تیلینش کی یا نیشنل صاحبہ اس تائش کی مستحق ہیں جسکی تیلینش سسر دار اختر نے پیش کی ہو اگر فرید صاحب کا ڈاکٹرشن مٹر رونق علی کی اداکاری اور سسر دار اختر کی لاجواب تیلینش کو ملحوظ کر لیا جائے تو آپ صرف قلم خود رہ جاتے ہیں مگر منشی جی زمانے اور یہی ضد برقرار رہی کہ نقاب اُتار دو اور میرے جلوے سے دنیا کو دم بخود بنا دو ان کو سمجھایا کہ حضرت شاعر نے آپ ہی کے متعلق کہا جو کہ

تم کہیں پردہ سے باہر نہ جانا بھول کر
ایک دنیا پہنچ اٹھے گی کہ پردہ تیکھے

مگر منشی جی اس شعر کا مطلب یہ نہ سمجھے اور وہ وقت قریب آ گیا کہ خود پر افق نقاب کپڑے بھاڑ کر نکل بھاگیں تو مجبوراً ان کے محافظ کی حیثیت سے ہم نے ان کو اپنی گرفت میں لیکر بے نقاب کیا ہو، اور اس سلسلے میں ان تمام ذمہ داریوں کو ہم اپنے سر سمجھتے ہیں، جو منشی جی کے بے نقاب ہونیکے بعد نازک صورت حالات پیدا کر سکتی ہیں، بچے سم سکتے ہیں، عورت کو مرد کی جنس سے دائمی نفرت ہو سکتا ہو، مرد خود اپنی طرف سے بد عقیدہ ہو سکتے ہیں، اور نظام عالم میں ایسی ابتری اور برہمی بھی پیدا ہو سکتی ہو جو ہمارے

تخیل کے حدود اور منشی جی کے ہر ارادہ سے بے نیاز ہو۔

منشی جی، نہ منشی ہیں نہ منشی فاضل، بلکہ اگر سچ پوچھئے تو خود منشی جی کو کبھی یہ نہیں معلوم کہ وہ منشی جی کیوں کہلانے لگے۔ ممکن ہو کبھی کان پر قلم لگایا ہو یا شاید کبھی ناک کی پھنگی پر صیقل لگا کر کسی کا خط لکھ دیا ہو اور اس نے ان حضرت کو منشی جی کہہ دیا ہو یا "نقل راجہ غفل" کی مناسبت سے شے لطیف کی کمی کو منشی جی کے خطاب سے پورا کیا گیا ہو کچھ بھی ہو، بہر حال اب منشی جی ہیں۔ داغ خراب نہیں مگر ایک جگہ پر قلم بھی نہیں ہے بیوی سے مرعوب تو نہیں مگر جب صورت ہی بارعب نہ تو کیا کریں خود اپنے متعلق مختلف غلط فہمیوں کے شکار رہیں اور بحیثیت مجموعی آپ میں اتنی خوبیاں ہیں کہ ان کو سمجھنے کیلئے ایک دو نہیں بلکہ نو محققین نے سر جوڑ کر تحقیق اور تفتیش سے کام لیا ہو اور منشی جی کے یہ نور تن اب بھی مطمئن نہیں ہیں کہ انہوں نے منشی جی کو بالکل ہی دریافت کر دیا ہو۔ خدا جانے اب بھی کتنی خوبیاں ایسی ہونگی جنکا منشی جی نور تن بورڈ "کو تپہ نہیں چلا بہر حال اس بورڈ کے ممبروں کے نام اسی لئے بتائے دیتے ہیں کہ قیامت کے دن منشی جی صرف اس جان ناثواں کا دامن نہ پکڑیں بلکہ سب کے گریبان ان کے ہاتھ میں نظر آئیں یا ان کا گریبان ان سب کے ہاتھ میں۔

منشی جی نور تن بورڈ میں یہ حضرات تھے۔

۱۔ مسٹر جنگل کشور مہرا۔ جو منشی جی لکھنے کا مشورہ دیکر ولایت چلے گئے اور پھر آپ سے نیاز حاصل نہ ہو سکا۔

- ۲۔ ملک حیدر صاحب جھنوں نے ہمارے سر پر سوار ہو کر منشی جی کا سلسلہ لکھوایا۔
- ۳۔ مسٹر غلام قادر فرید۔ جھنوں نے منشی جی کی تیشیل کو اپنے ڈاکرشن سے کامیاب بنایا۔
- ۴۔ مسٹر ہنس لاج لوتھرا۔ جھنوں نے منشی جی لکھنے کے مشورہ میں مسٹر مرانور تن نمبر ایک کی تقلید کی مگر سرت لاہور کی حد تک۔
- ۵۔ میاں لطیف الرحمن۔ جو منشی جی کا ہر سودہ لکھنے کے وقت کرسی کے پیچھے کھڑے ہو کر کندھے کی طرف سے جھانک جھانک کر ہنس لیا کرتے تھے اور پھر تیشیل کے وقت آنکھیں بند کر کے غور کرتے تھے کہ یہ کس حد تک غلط یا صحیح چیز ہے۔
- ۶۔ مسٹر ایس این۔ بی۔ جھنوں نے منشی جی نامی سلسلہ کیلئے تصاویر بننے کا وعدہ کیا تھا اور جس گرجو شیشی دودھ لکھا تھا اسی سر مہری اس کو کٹوا کیا۔
- ۷۔ مسٹر رونق علی۔ جھنوں نے منشی جی کی اداکاری فرمائی اور منشی جی کو بھی حیران کر دیا کہ وہ خود اصلی منشی جی ہیں یا نقلی۔
- ۸۔ مس سردار اختر۔ جو منشی جی کی بیوی کی تیشیل پیش کرنے میں خود بھی بچھی لیتی تھیں۔
- ۹۔ یہ خاکار۔ جبکہ منشی جی کے سلسلہ کا مصنف سمجھا جاتا ہے۔
- منشی جی نور تن بورڈ کا شکریہ ادا کرنا تو چاہئے مگر مصیبت یہ ہو کہ اس میں خود ہم بھی ہیں اور باقی ممبر بھی اس کی ضرورت کے نظر نہیں لگتا اہل ہی جائیے۔

اب آخر میں یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ ریڈیو ڈراموں کا یہ سلسلہ کاغذ پر ممکن ہو
 آپ کو اچھا نہ لگے ایسی صورت میں آپ کو اختیار حاصل ہو کہ آپ منشی جی فورتن پورڈ کے
 ہر ممبر سے فرداً فرداً جواب طلب کر سکتے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ مولوی محمد صدیق صاحب
 مالک صدیق کبڈیو سے جو اسکو شائع کر رہے ہیں۔ بہر حال مصنف غریب کا تصور ضرر
 اتنا ہی ہے کہ اس نے پیشکشیں ریڈیو کے لئے لکھیں باقی ذمہ داریوں میں سے ایک بھی
 اس پر عالم نہیں ہوتی۔

آخر میں حضرت خواجہ جن نظامی کا شکریہ ادا کر نیکو دل چاہتا ہوں کہ جن کا مقدمہ
 شریک اشاعت ہو، مگر شکریہ ادا کر کے بلا وجہ کیوں ایک قسم کی رسم برتی جائے۔ ہم کو
 معلوم ہو کہ خواجہ صاحب قبلہ پر ہم کو اس تکلیف دہی کا حق حاصل تھا۔ البتہ خواجہ صاحب
 کے مقدمہ کی تفسیر جن صاحبان کو درکار ہو وہ براہ راست درگاہ حضرت نظام الدین
 دہلی کے پتہ پر خواجہ صاحب سے طلب کریں۔

شوکت عثمانی

آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ
 ۱۹۳۹ء

- ۲۔ ملک حبیب احمد صاحب جنھوں نے ہمارے سر پر سوار ہو کر منشی جی کا سلسلہ لکھ دیا۔
 ۳۔ مٹر غلام قادر فرید۔ جنھوں نے منشی جی کی تیشیل کو اپنے ڈاؤن کیشن سے کامیاب بنایا۔
 ۴۔ مٹر ہنس لال جوتھرا۔ جنھوں نے منشی جی لکھنے کے مشورہ میں مٹر ہر انور تن نمبر

ایک کی تقلید کی مگر سرت لاہور کی حد تک۔

- ۵۔ میاں لطیف الرحمن۔ جو منشی جی کا ہر سودہ لکھنے کے وقت کرسی کے پیچھے کھڑے ہو کر کندھے کی طرف سے جھانک جھانک کر ہنس لیا کرتے تھے اور پھر تیشیل کے وقت آنکھیں بند کر کے غور کرتے تھے کہ یہ کس حد تک غلط یا صحیح چیز ہے۔

- ۶۔ مٹر ایس این۔ بی۔ جنھوں نے منشی جی نامی سلسلہ کیلئے تصاویر بننے کا وعدہ کیا تھا اور جس کے مجبوشی سے وعدہ کیا تھا اسی سر مہری سے سکون کیا۔
 ۷۔ مٹر رونق علی۔ جنھوں نے منشی جی کی اداکاری فرمائی اور منشی جی کو بھی حیران کر دیا کہ وہ خود اصلی منشی جی ہیں یا نقلی۔

- ۸۔ مس سردار اختر۔ جو منشی جی کی بیوی کی تیشیل پیش کرنے میں خود بھی کچھ لیتی تھیں۔

- ۹۔ یہ خاکار۔ جبکہ منشی جی کے سلسلہ کا مصنف سمجھا جاتا ہے۔
 منشی جی نور تن بورڈ کا شکریہ ادا کرنا تو چاہئے مگر مصیبت یہ ہو کہ اس میں خود ہم بھی ہیں اور باقی ممبر بھی اس کی ضرورت کے منتظر نہیں لہذا ال ہی جائیے۔

اب انہیں یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ ریڈیو ڈراموں کا یہ سلسلہ کاغذ پر ممکن ہو
 آپ کو اچھا نہ لگے ایسی صورت میں آپ کو اختیار حاصل ہو کہ آپ منشی جی فورتن بورڈ کے
 ہر ممبر سے فرداً فرداً جواب طلب کر سکتے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ مولوی محمد صدیق صاحب
 مالک صدیق کبڈیچو سے جو اسکو شائع کر رہے ہیں۔ بہر حال مصنف غریب کا تصور صرف
 اتنا ہی ہے کہ اس نے تین تیس ریڈیو کے لئے لکھیں باقی ذمہ داریوں میں سے ایک بھی
 اس پر عائد نہیں ہوتی۔

آخر میں حضرت خواجہ حسن نظامی کا شکریہ ادا کر نیکو دل چاہتا ہوں کہ مقدمہ
 شریک اشاعت ہو، مگر شکریہ ادا کر کے بلا وجہ کیوں ایک قسم کی رسم برتی جائے۔ ہم کو
 معلوم ہو کہ خواجہ صاحب قبلہ پر ہم کو اس تکلیف دہی کا حق حاصل تھا۔ البتہ خواجہ صاحب
 کے مقدمہ کی تفسیر جن صاحبان کو درکار ہو وہ براہ راست درگاہ حضرت نظام الدین
 دہلی کے پتہ پر خواجہ صاحب سے طلب کریں۔

شوکت عثمانی

آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ
 ۱۹۳۹ء اگست

پیر جی نے بسم اللہ پڑھائی

۱ از مصوٰر حضرت حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی

خدا رکھے منشی جی چالیس کے لگ بھگ ہیں مگر شیخ سعدیؒ کا سارنہ خدانے انکو
دیا ہو، کیونکہ شیخ سعدیؒ بھی چالیس برس کی عمر میں کریم پڑھتے تھے اور کہتے تھے
چل سال عمر عزیزت گذشت مزاج تو از حال طفلی نہ گشت
تم چالیس برس کے ہونے کو آئے مگر اب تک بچپن نہ گیا۔

پھر اگر منشی جی چالیس سال کی عمر میں بسم اللہ پڑھنے بیٹھے اور ان کی بیوی نے
دتی سے پیر جی کو بلایا اور اس طرح بلایا کہ خط لکھے ٹیلی فون دیے۔ تار بھیجے۔ ریڈیو سن گھڑی
گھڑی بکھارا، ترکیبیں پیر جی نے لکھو، آئینکی تیاری کی۔ گرمی کا موسم تھا، لو جیل رہی
تھی، لکھنؤ کے خربوزوں کی بہار تھی، پیر جی ریل سے اترے اور سیدھے منشی جی کے گھر
ہو بیٹھے۔ دروازے پر آواز دی۔ ایسے میان منشی جی کو ہم دلی سے آگئے، منشی جی نے اندر
بیوی سے کہا۔ ایسے بی سنتی ہو، لو وہ پیر جی آگئے۔ تم نے تو ابھی تک بلاوا بھی نہیں بھیجا
نہ کاغذ والے آئے، نہ کاجی نویس آئے، نہ چھاپے خانے والے آئے۔ تم کہتی تھیں کہ
ان سب کو بلاؤں گی، گھر میں شادی جاؤنگی، اور تم کو پیر جی سے بسم اللہ پڑھواؤنگی۔
بیوی نے کہا تو باہر جاؤ، ایک کرسی دروازے پر ڈال دو، پیر جی بیٹھ جائیں
بوجھو حقہ پیتے ہیں پیتے ہوں تو اپنا حقہ لیجا کر سامنے رکھ دو، میں ابھی پان بنائے

دیتی ہوں، اتنے وہ حقہ پیئیں، پان کھائیں، اتنے میں تم جا کر کاپی نوٹیوں کو بلا لاؤ جتنے بھی لکھنؤ میں مل سکیں کاغذ والے بھی جہاں جہاں ملتے جائیں بلاوائتے جانا، اور چھاپے خانے بھی جتنے رستے میں ملیں سب کو آواز دینا کہ کبھی آؤ ہماری بسم اللہ ہے، پیر بھی دکنی سے آئے ہیں، ہماری بیوی نے بلایا ہو، دروازہ کے باہر بیٹھے حقہ پی رہے ہیں، پان کھا رہے ہیں، جلدی سے آ جاؤ تو ہم سب کے سامنے بسم اللہ پڑھ لیں۔

منشی جی گھبرا کر اٹھے، کرسی بانہڑ بچھپائی، حقہ تازہ کر کے حلیم بھری، باہر بھاگ کر پیر جی کے سامنے حقہ دکھا، پانوں کا خا صدان بھی پیر جی کی گود میں کھدایا اور کمدیا کے پان کی بیک دیوار پر تھوکے گا وہ جو سامنے موری جاتی ہو اس میں جا کر تھوکے گا۔

منشی جی اس کام سے قانع ہو کر بلا دینے چلے تو بیوی نے کہا: اے ہو میں تو بھول گئی، ایک بڑا ضروری بلا دیا تو باقی رہ گیا، وہ جو ریڈیو والے ہیں ان کے ہاں بھی جانا اور کمدیا کے ہم دونوں میاں بیوی ہمارے ہاں آکر آپس میں باتیں کیا کرتے تھے اور تم ہماری باتوں سے خوش ہو کر لوٹن کو ترسیخا کرتے تھے اس وقت ہمارا نام سکونی تھا کیونکہ ہم نے کیا نام اپنا نام غلط بتایا تھا، کچھ بات ہی ایسی تھی۔ یہ کہنا ٹھیک نہ تھا کہ ہمارا نام شوکت تھا فوسی ہو کیونکہ ہم کو ڈر تھا کہ ریڈیو والوں کی یا ریڈیو سننے والوں کی ہم کو نظر نہ لگ جائے، اس واسطے ہم نے ایسا نام بتایا جو پیر جی کے لکھے ہوئے سکورے کا نام سکونی تھا اب ہم کوئے ہیں اور آپ سب کو بلا دیتے ہیں اپنے اصلی نام کو کہ ہمارا نام

حضرت مولانا شوکت صاحب تھانوی ہو۔ ہم مولوی بھی ہیں، ایڈیٹر بھی ہیں اور منشی بھی ہیں اور جی بھی ہیں۔ اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ہمارے بیوی نے بہت اشرافیہ کے ساتھ پالا پوسا ہے اور اب جبکہ ہم میں اور میں پورے چالیس برس کے ہو گئے ہیں تو ہماری بیوی نے ہم کو بسم اللہ پڑھانے کی شادی رچائی ہو، اور دینی سے ایک پیر جی کو بلایا ہے، ہم تمکو بھی بلاوا دینے آئے ہیں، اور بیوی نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ ریڈیو والوں سے پوچھ بھی لینا کہ جو باتیں ہم دونوں نے ریڈیو میں سنائی تھیں وہ ہم کابی نوٹس سو لکھ لوں گے اور بچا پے خانوں میں کاغذ چھپوائیں گے اور وہ سب گیارہ رات کی باتیں ہونگی۔ ایک کہ منشی جی نے کہانی کہی، دوسری کہ منشی جی نے چار بنائی۔ تیسری کہ منشی جی نے خط لکھا۔ چوتھی کہ منشی جی نے دوپائی۔ پانچویں کہ منشی جی نے صفائی کی۔ اپنی دائی کی نہیں اپنے گھر کی، چھٹی کہ منشی جی نے اپنی تصویر کھچوائی، جرمنی کے بنے ہوئے فوٹو میں ساتویں کہ منشی جی خود بازار سے جا کر سودا لائے۔ آٹھویں کہ منشی جی نے بسم اللہ پڑھنے سے پہلے دوسروں کو سبق پڑھایا۔ نویں کہ منشی جی نے لکھنؤ سے خبر نہیں کہاں کہاں کا سفر کیا۔ دسویں کہ ایسی بے روزگاری کے زمانے میں منشی جی کو خزانے نوکری دی اور وہ نوکروں کو گیا رھو یہ کہ منشی جی نے پُرانا مکان بدل دیا۔ بیس گیا رھو میں شریف کی یاد میں پیر جی آئے ہیں تو یہ گیارہ راتوں کی بات جیت ہم بچا پے بنی جاتے ہیں اور شائع بھی کر دینی چاہتے ہیں آپ سب لوگوں کی اجازت سے اور مہربانی سے جس کو ہندی زبان میں کرنا بھی کہتے ہیں۔ مگر دیکھنا جب تم کو پا کا لفظ بولو تو کرنا کہہ دینا، نہیں تو بسم اللہ کے وقت بدگونی

ہو جائیگی، کھدیا کہ اس شادی میں چاہا بھی آئیں، بدھو بھی آئیں، ماموں جان بھی آئیں،
اور بھی جو ہاں بیٹھے ہوں کھڑے ہوں، سوتے ہوں جاگتے ہوں، چاہا پی رہے ہوں،
جبرٹ پی رہے ہوں، موچھوں والے ہوں، موچھ منڈے ہوں، سبھی کو بلاوا دیدینا، گھر بلایا
لیا، جو، جگہ کم سہی بیٹھیں گے نہیں کھڑے رہیں گے۔

آخر منشی جی سب کو بلالائے اور کھنڈ کے خربوزے بھی گیا رہ ٹوکرے بھر داکر
ساتھ لیتے آئے۔ بیوی نے سنا تھا کہ اگلے زمانہ میں بادشاہوں اور پیروں کیلئے سوا لاکھ
روپے کا چوترا بنایا جاتا تھا آج انھوں نے خربوزوں کا چوترا بنایا اور اسپر بیر جی کو
بٹھایا، اسپر جی نے منشی جی کو پاس بٹھا کر یوں بسم اللہ پڑھائی۔

”بڑھو میاں بڑھے طوطے بسم اللہ۔ الرحمن۔ الرحیم اللہ کا نام لیکر شروع
کرتا ہوں چالیس برس کی عمر میں لکھنا پڑھنا، اس اللہ کا نام لیکر جو بڑی رحمت والا ہو
اور جو بڑی بندہ نوازی کرتا رہتا ہو۔ وہ اللہ جس نے تو ہیں پیدا کیے، بند قین نہیں
ہم بنوائے، ہوائی، جاز بنوائے، ٹینک بنوائے، اور پھر اسے شیطان کو بھی پیدا کیا اور
اس سے کہا تو نے آدمی کی دشمنی پر کمرباندھی تھی تو نے ہم پر ہتھیار تھکودیتے ہیں
ان سے آدمیوں کو گن گن کر مار۔

”بڑھو منشی جی اپنے خدا کا نام لیکر جس سے آدمی کو علم دیا اور قلم دی جب
اسپر جی نے کہا قلم دی تو سب حاضرین چیخ پیچ کر کھنڈ لگے۔ اسپر جی منشی جی کو پرٹھا رہا ہو
یا منشی جی بیوی کو، یوں کہو کہ قلم دیا۔“ اسپر جی بولے ”ہاں میں بھولا، قلم دیا، سر نہ لگا بھی

اور لوہے کا بھی، اور دہ بھی جو کہ جسی قلم کہتے ہیں اور دہ بھی جو اردو قلم کہلاتا ہے اور دہ بھی جس کو خسرو قلم، غالب قلم، خواجہ قلم، اور شوکت قلم اور دلی قلم اور لکھنؤ قلم بھی کہتے ہیں اور بیچ آباد کے قلمی آم جن سے منسوب ہیں۔

اسکے بعد پیر جی نے کہا، تو بھی بسم اللہ پڑھا دی۔ اندر منشی جی کی بیوی کو ہماری طرف سے مبارکباد دینا۔

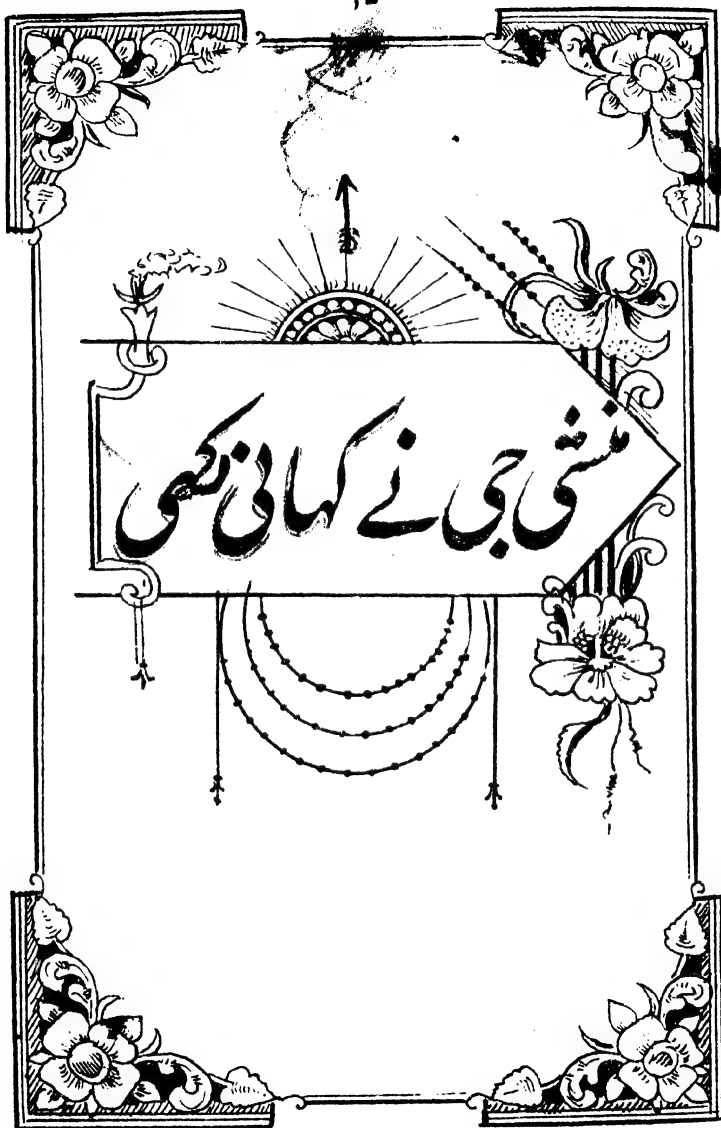
منشی جی بولے ابھی بسم اللہ ختم کہاں ہوئی، جو آپ مبارک سلامت کرنے لگے ابھی جناب میری اور میری بیوی کی گیارہ رات کی بات چیت جو میں ریڈیو والوں سے چھاپنے اور شائع کرنے کے لئے زبان خود و قلم خود مانگ کر لایا ہوں تاکہ سند ہے اور ضرورت کے وقت کام آئے وہ بھی تو پڑھا دیجئے۔ پیر جی نے کہا ابھی بات ہو اور اسکے بعد پیر جی نے خروڑوں کے چوڑے پر بیٹھے بیٹھے یوں زبان کھولی۔

”منشی جی اور ان کی بیوی اور ریڈیو والوں اور کاپی نویسوں اور کاغذیوں اور چھاپے خانے والوں سے اگر سلمان ہوں تو سلام اور ہندو ہوں تو رام رام کے بعد ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم دلی سے لکھنؤ میں آئے ہیں اور لکھنؤ سے یہ خوبوڑے کھانے اور مٹانے کے بعد ہم پھر دلی برائے کانپور طوفان میل میں واپس جانے والے ہیں۔ آج وہ دن ہو کہ یورپ میں لڑائی ہو رہی ہو۔ انگریز، فرانس، اٹلی اور جرمنیں اور کون کون آپس میں لڑ رہے ہیں، بہت گرمی ہو، بہت خاک ہو، اور ہم کو بہت غصہ بھی آ رہا ہے، کیونکہ ہم اگر والے کو کرایہ دینے کے لئے پانچ روپے کا نوٹ

بازار میں ٹھکانے گئے تو کسی نے روپے ہم کو نہیں دیے اور ہم نے غصہ کے مارے پورا کا پورا نوٹ اکروالے کے منہ پر کھینچ مارا یعنی اسکو کچا ہی نوٹ دیدیا کیونکہ وہ کسی سے نہ بھن سکا تھا۔

ہنو! اور بھائیو! ہم مولانا شوکت صاحب تھانوی کو جانتے ہیں اور ہم اس سے بھی آگاہ ہیں کہ انھوں نے کھنڈر ریڈیو میں کیا رہ رات تک سونی کے نام سے جو باتیں اپنی بیوی سے کی تھیں وہ ہم نے اور سب بھارت ہمارا کے بیوتوں نے اپنے اپنے گھروں اور دکانوں اور ہوٹلوں میں سنی تھیں اور وہ باتیں ہجو بحیثیت گھر سداکار کا کام کرنے کے گھر سداکار کے لئے بہت ہی اچھی معلوم ہوئی تھیں۔ ہم کو ان کے سننے سے سنسی بھی آئی تھی اور ہمارا مع آل اولاد و امجاد کے جی خوش بھی ہوا تھا اور ہم نے ان سے سن بھی لیا تھا، اور یہی وجہ ہو کہ جب منشی جی کی بیوی نے ہم کو دتی سو بسم اللہ پڑھانے کے لئے بلایا تو ہم نے خود اپنے کان میں کہا کہ بھئی یہ الٹی گنگا کیوں بہو گی، ہم نے تو خود منشی جی سے کیا رہ رات تک سن پڑھا ہے، وہ ہم سے ہم اللہ کیا پڑھیں گے مگر خیر ہم کو عودت ذات کا کتنا ماننا ضروری تھا، اس واسطے ہم آگئے اور اب ہم بسم اللہ پڑھانے کے بعد یہ کتنا ضروری سمجھتے ہیں اپنے عقل و حواس کی سلامتی کی حالت میں اس یقین کے ساتھ کہ اب ہم کو پانچ روپے کا نوٹ نہ بھننے کا غصہ نہیں ہو اور ٹھنڈی دلی اور ٹھنڈے دماغ کے ساتھ ہم یہ سب کچھ عرض بھی کر رہے ہیں اور فرما بھی رہے ہیں کہ جب یہ گیارہ کی گیارہ کہانیاں کتاب کی صورت میں چھپکویتا رہوں تو پہلے

وائسٹریٹ بنگم اسکوپڑھیں اور اپنے سب بچوں کو پڑھائیں، ان کے بعد گاندھی جی اور
 ان کی دھرم تپنی اور ان کے بچے اور مٹریخاج اور ان کی بیٹی اور صوبہ سرحد اور صوبہ پنجاب
 اور سندھ اور مداس اور ممبئی اور سی پی اور یو پی اور بہار اور بنگال اور کاسم اور برکے
 سب گورنر اور وزیر اور اسکولوں اور کالجوں اور پابھٹالاؤں اور مکتبوں کے پڑھنے والے
 اور پڑھانے والے اور وہ سب جن کو اپنے اور اپنے بچوں کے اور اپنی بیوی کے خوش کرنے
 کی ضرورت ہو اور رسیقہ مند اور گھڑ بنانے کی ضرورت ہو وہ سب ان کی راہ کہا نیوں کو
 لفظ اڈرھیں معنایا پڑھیں، اشارتیا پڑھیں، کنایتا پڑھیں اور چھاپہ خانے کے مشور
 کالے قانون نے کہا جو کہ جس طرح بھی ممکن ہو اسکوپڑھیں پڑھائیں اور مولانا شوکت
 تھانوی سکونی دہقانی وائسٹریٹ کے حق میں دُعاے خیر کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو
 یہ بسم اللہ پڑھنی ایسا مبارک کرے کہ یہ ہمیشہ چالیس ہی برس کے رہیں کیونکہ
 ہم جس کو بسم اللہ پڑھاتے ہیں تو صراطِ مستقیم بھی پڑھاتے ہیں اور مستقیم راستہ یہ ہو کہ
 آدمی اپنی زندگی کے راستے میں ثابت قدم رہے یعنی نہ آگے بڑھے نہ پیچھے ہٹے۔
 بس ایک جگہ باؤں جانے کھڑا رہے۔ مولانا شوکت بھی جنکو ہم سب نے ابھی
 منشی جی کے روپ میں دیکھا ہے اور جنکی عمر مبارک چالیس سال ہو وہ نہ کبھی ۲۹ سال
 کی طرف جائیں اور نہ کبھی ۴۱ کی طرف قدم بڑھائیں۔ کہیں سب حاضر نہ ہائے خدا
 لے گا ڈ، اے پوچھو ایسا ہی کر۔



منشی جی نے کہانی نکلی

زور سے دروازے کھلنے کی آواز منشی جی

چینے ہوئے گھر میں آتے ہیں۔

منشی جی۔ ”ارے بھئی کدھر گئے یہ سب۔ جھوٹوں کی ماں۔ اے جھوٹوں کی ماں۔“

بیوی۔ ”کیا ہے، آخر کیوں اس بڑی طرح چیخ رہے ہو۔“

منشی جی۔ ”ارے یہ لڑکے کہاں ہیں (آواز دیکر) جھوٹو۔ شبن۔ ادھوٹو۔“

بیوی۔ ”کچھ کہو گئے بھی یا بس چیخے ہی جاؤ گے۔“

منشی جی۔ ”اور تمکو بھی یہ ضد ہو کہ لڑکوں کا پتہ نہ بتاؤ گی، آخر یہ ہیں کہاں۔“

بیوی۔ ”تو آخر بات کیا ہو جو گھر سر پر اٹھانے لیتے ہو۔“

منشی جی۔ ”بات یہ ہو کہ لڑکوں کو بلاؤ اور تم بیٹھو ذرا اطمینان سے تو کموں،

تم ہی لوگوں کے فائدہ کی بات ہے۔

بیوی۔ ”لڑکے مہائی کے بہاں گئے ہیں، ابھی آتے ہوں گے، مجھ سے جو

کہنا ہو کہو، میں جا رہی ہوں جو لھے کے پاس۔“

منشی جی۔ ”لڑکے آتے ہوں گے۔ اور تم جا رہی ہو جو لھے کے پاس، رہ گئیں

تو میں گیا جو لھے بھاڑ میں۔ اور جو میں بھول گیا تو۔“

بڑے منہ والے لوگ چلتے تھے۔ بادام کھانے سے ہوتا ہی کیا ہو، بھیجہ تو شہرت
تم کھائے جاتے ہو۔“

منشی جی۔ ”یہ بھیجہ کھانا ہوا کہ تم سے بادام کھانے کو کہہ رہا ہوں۔ تم کھاؤ گی تو
مجھ کو کھلانا بھی یاد رکھو گی۔“

بیوی۔ ”تو یہ کیوں نہیں کہتے کہ اپنے کھانے کے لئے میری یہ خاطر ہو رہی تھی۔
مجھے یہ گھٹا دُپھراؤ کی باتیں ابھی نہیں لگتیں۔“

منشی جی۔ ”خیر، خیر، وہ میں کیا کہہ رہا تھا ابھی۔“

بیوی۔ ”میں کیا جانوں کیا کہہ رہے تھے کچھ باداموں کی بات تھی۔“

منشی جی۔ ”ہاں تو بادام منگا کر رکھ لو نا، مگر یہ بادام کا ذکر کس بات پر نکلا تھا۔“
بیوی۔ ”تو یہ ہو، سچ مچ تم کچھ ٹھیکہ لگے ہو، اے نکلا ہو گا کسی بات پر ذکر،
اب چھوڑو بھی۔“

منشی جی۔ ”اب تم خود ہی دیکھو کہ یہ حال ہو دماغ کا، ابھی بات کی اور ابھی
دماغ سے نکل گئی، بھول بھلیاں ہو کر رہ گیا ہے دماغ۔“

بیوی۔ ”بادام کا ذکر نکلا تھا، اس بات پر کہ متاثری بھول بہت بڑھ گئی ہو اور
حکیم ڈاکٹر کہتے ہیں بادام کھایا کرو۔“

منشی جی۔ ”ہاں۔ ہاں، خوب یاد دلایا۔ یہی بات تھی۔ تو میں کہتا ہوں کہ اب پھر
نہ بھول جانا۔ تم باداموں کو۔۔۔ مگر۔۔۔ مگر۔۔۔ عجب حال ہو

دماغ کا، اب تک معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کچھ بھول سا گیا ہوں۔ یہ آخر اس وقت بھولنے کا سوال کیسے پیدا ہوا تھا۔۔۔۔۔ ہاں خوب یاد آیا۔ کہانی کی بات تھی تو میں نے کہا کہ سُن لو نا کہانی اور ذرا لڑکوں کو بھی بلالو، بڑی عمدہ کہانی ہو، اگر یاد نہ رہی اور سنانے کا تو تم بھی ہاتھ مل کر رہ جاؤ گی اور جھکے بھی فسوس ہوگا۔ بیوی۔ ”اے تو یہ بھی کہانی کا کوئی وقت ہو، معلوم بھی ہے کہ دن کو کہانی سنانے سے مسافر راستہ بھول جاتے ہیں۔“

منشی جی۔ ”واہیات۔ یہ کیا بات ہوئی، مسافروں سے کیا مطلب۔ راستہ بھولتے ہیں تو بھول جائیں۔ تم جاہتی یہ ہو کہ ان اجنبی مسافروں کی وجہ سے رات تک میں کہانی بھول جاؤں۔ اگر سنا ہو تو بلاؤ لڑکوں کو نہیں تو پھر نہ کہنا۔“ بیوی۔ ”اچھا میں نہ کہوں گی۔“ منشی جی۔ ”کیا نہ کہو گی۔“ بیوی۔ ”یہی کہ کہانی سناؤ۔“

منشی جی۔ ”میں جانتا ہوں کہ تم کہو گی، میں تو یہ فرض آج ہی اور ابھی اپنی سر سے اُتار دینا چاہتا ہوں۔“

بیوی۔ ”اچھا تو میں لڑکوں کو بلائے دیتی ہوں تم ان ہی کو سنا دو۔“ منشی جی۔ ”یہ کیسے ہو سکتا ہے، لڑکے کیا تم سے زیادہ ہوئے۔ ہمارا سنانا مقدم ہے۔ لڑکوں کو تو وہ بے ہی ہماری وجہ سے خیر سنا دوں گا۔“

(دروازہ کھلتا ہو، بچے داخل ہوتے ہیں (سب یک زبان ہو کر)

آبامیاں آگئے، آبامیاں آگئے۔)

منشی جی۔ ”لو وہ خود آگئے۔ اب ذرا ان کو قاعدے سے بٹھا دو۔ کمائی سننے کے انداز سے ذرا ٹھیک سے بٹھا دو۔“

بیوی۔ ”اے تو کیا کمائی سننے کا بھی کوئی طریقہ ہوتا ہے خاص۔“

شبن۔ ”ہم بھی نہیں گے کمائی۔“

منشی جی۔ ”سب کو سناؤں گا، پہلے تم لوگ ٹھیک سے بٹھ جاؤ، اور پہلے میرے لئے چار پائی پر رکھو گا دتکیہ۔“

بیوی۔ ”تو یہ ہے اللہ معلوم ہوتا ہو کسی کا نکاح ہوگا۔“

منشی جی۔ ”اب تم تو خواہ مخواہ بال کی کھال نکالتی ہو، میں چار پائی پر گا دتکیہ کے سہارے بیٹھ کر اطمینان سے کمائی سناؤں گا، اور ہاں حقہ بھی تو ہونا چاہئے۔ جاؤ شبن تم ذرا حقہ تو لاؤ عمدہ سا تازہ کر کے۔“

بیوی۔ ”تو یہ ہو، اب حقہ چلم سب ہی ہمارے لئے ہونا چاہئے۔“

منشی جی۔ ”کیا معنی؟ بغیر حقہ کے بھی کوئی کمائی سنا تا ہے۔ جاؤ بیٹا تم جاؤ، اگر کمائی سننا ہو تو جا بھی چکو۔“

بیوی۔ ”جب تک میں ذرا ہانڈی کو دیکھ لیتی نہیں تو کبخت جل کے رہ جائیگی۔“

منشی جی۔ ”کاہے کی ہانڈی؟“

بڑا نہیں معلوم ہوتا۔

منشی جی: "اسیں آخر بُرا ماننے کی کونسی بات ہو۔ میں نے خود اپنے بزرگوں کے لئے حقہ بھرا ہوا اور ان کی دُعائیں لی ہیں۔ میں بوجھتا ہوں کہ آخر اس میں بُری بات کونسی ہے۔"

بیوی: "اب کون تم سے بحث کرے۔ مگر یہ میں بتائے دیتی ہوں کہ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔"

شبّٰن: "تو اب کہئے نا، ہم لوگ بیٹھے ہوئے ہیں کہانی سننے۔"

منشی جی: "اے خوب یاد دلایا، میں سوچ ہی رہا تھا کہ میں نے سب کو کیوں بٹھایا ہے۔ تو اب تم لوگ غور سے سنو، اور کہانی سننے کا طریقہ یہ ہو کہ بیچ میں "ہوں۔ ہوں" کرتے جانا، مگر بہت زیادہ نہیں اور نہ بہت کم، سمجھے؟ ---

"ایک تھا بادشاہ۔ ہمارا متارا۔۔۔۔"

بیوی: "ایک سنٹ ٹھہر جاؤ میں بیک کے ہانڈی دیکھ لوں۔"

منشی جی: "لاحول دلاقوۃ۔ کبھی جو تم کہانی سنانے دو تمہیں تو جیسے ضد ہو گئی ہے اسوقت۔"

بیوی: (جاتے ہوئے) اے داہ۔ تو کیا میں ہانڈی جلا دوں، تمہاری کہانی کے پیچھے۔ (منشی جی حقہ کے کش لیتے ہیں تھوڑا وقفہ)

شبّٰن: "آپ سنائیے، آنا آتی رہیں گی۔"

منشی جی: "آجانے دو! ان کو بھی نہیں تو پھر سے دُہرانا پڑے گی کہانی۔"
 شبّتن: "وہ گھڑی گھڑی اٹھکر جائیں گی اور کہانی خراب کریں گی۔"
 منشی جی: "وہ تو میں جانتا ہوں (بیوی کو آواز دیکر) اب بھی چکو۔ (بیوی آتی ہیں،
 بیوی: "میں تو خود ہی آرہی تھی۔ ایک منٹ اور نہ جاتی تو ہانڈی بھل بھن کر
 کوئی دھو جاتی۔"

منشی جی: "خیر، خیر، بیٹھو، تو اب سُن لو نا۔"
 بیوی: "شبّتن، ذرا وہ نیکھا اُٹھا دے بیٹا، کیا فرمائشی گرمی پڑ رہی ہو؟"
 منشی جی: "اب نیکھا ہی جھل لو یا کہانی ہی سُن لو۔"
 بیوی: "تو کیا نیکھا جھل کر کہانی سننا حرام ہے۔"
 منشی جی: "اچھا اب میں چپ ہوں بھتیس جتنے کام کرنا ہوں یاد کر کے
 سب کر لو، نیکھا جھل لو۔ ہاتھ منھ دھو لو، نہالو، کپڑے بدل لو، پھر کہانی
 بھی ہوتی رہے گی، کونسی ایسی ضروری بات ہو؟"
 شبّتن: "نہیں آپ کہانی سُنائیے (ٹھنک کر) آپ تو ہکوسُنائیے! آماں کو کیا مطلب؟
 بیوی: "اچھا اب سناؤ، مجھے کچھ نہیں کرنا ہے اب۔"

منشی جی: "شکر ہو، اچھا سنو۔ جیسی ایک تھا بادشاہ۔ ہارا تھا را خدا بادشاہ،
 آنکھوں کی دیکھی۔۔۔۔۔ ادب ہو تھ۔۔۔ پھر سے سنو۔
 ایک تھا بادشاہ۔ ہارا تھا را خدا بادشاہ، کانوں کی سُنئی۔۔۔۔۔ اُنھ

منشی جی۔ "نہیں جی، کچھ اور باقاعدہ نام لو، وہ مرض ہوتا ہو، سر پر برف رکھی جاتی ہو جیسے۔۔۔۔۔ لا حول ولا قوۃ،"

بیوی۔ "تو اس وقت اُس موئے مرض کو یاد کرنے کی کوئی ضرورت ہو؟"
منشی جی۔ "تم عورت ذات تم کیا سمجھو کہ میں کس وجہ سے پوچھ رہا ہوں۔۔۔۔۔
ہاں یہ بتاؤ کہ وہ جو ایک بہت بڑا ڈاکو تھا اگلے زمانہ میں جس کے قصے بہت مشہور ہیں، بھلا کیا نام تھا اُس کا۔"
بیوی۔ "سلطانہ ڈاکو۔"

منشی جی۔ کبھی ٹھیک نام نہ بتایا تم نے، اچی وہ بڑا مشہور چوٹھا تھا۔"
بیوی۔ "بہرام چوٹھا۔"

منشی جی۔ "بہرام، ٹھیک ہو، یہ تو بادشاہ کے چھوٹے رٹکے کا نام تھا، اور
بڑے کا اب شاید یاد آجائے، اسی سے ملتا جلتا ہے۔ وہ نہیں بتایا تم نے کہ
بخاریں وہ کیا مرض ہو جاتا ہو، اس بہرام سے ملتا جلتا جس میں آدمی
بڑانے لگتا ہے۔"

بیوی۔ "تم سرسام کو تو نہیں کہہ رہے ہو۔"
منشی جی۔ "ہاں، ہاں، ہاں، کیا کہا تم نے۔"

بیوی۔ "سرسام۔"
منشی جی۔ "سرسام، تو خدا تمہارا بھلا کرے، اسی سے ملتا جلتا نام تھا اُس کا"

ایس۔۔۔۔۔ ایس۔۔۔۔۔ ایس۔۔۔۔۔ سسر۔۔۔۔۔ سام۔۔۔۔۔ صمصام،
ٹھیک ہو، آگیا نا یاد آخر صمصام تھا اس کا نام۔ تو میں نے کہا تیک کی تھی
کہانی، کیوں بیٹا شبن۔

بیوی۔ "وہ اور سنو، جیسے انھوں نے کہانی کہی بھی تھی، ابھی تو یہی کہا ہو کہ
ایک بادشاہ تھا، اسکے یہ دو لڑکے تھے بہرام اور صمصام۔"
منشی جی۔ "تو صاحب خدا کا کرنا کیا ہوتا ہو کہ ایک دن یہ دونوں شاہزادے
مچل گئے کہ ہم تو گلگلے کھائیں گے۔"

بیوی۔ "یہ کیا بات ہوئی، بادشاہ کے لڑکے اور گلگلوں کے لئے پھلیں۔"
منشی جی۔ "دیکھو جی یہ بیچ میں ٹوکنا ٹھیک نہیں ہو، ساری کہانی خراب ہو کر
رہ جائے گی، بات یہ ہوئی کہ بادشاہ کو گلگلے کھاتا ہوا دیکھ کر یہ شاہزادے مچل گئے
کہ ہم بھی گلگلے کھائیں گے۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ گلگلے تو مجھ کو ایک فقیر نے دیے
ہیں اور میں کسی کو ان میں سے نہیں کھلا سکتا۔"

بیوی۔ "کیوں نہیں کھلا سکتا۔؟"
منشی جی۔ "بات یہ تھی کہ ایک فقیر نے بادشاہ کو وہ گلگلے دیے تھے کہ انکو کھا کر
تو اپنے دشمن پر فتح پائے گا۔ مگر کسی اور کو نہ کھلانا، نہیں تو پچھتائے گا۔"
بیوی۔ "تو یہ تم اوٹ پٹانگ بیچ ادھر میں سے کہانی سنانے بیٹھے گئے۔"
منشی جی۔ "ہاں وہ میں بھول گیا تھا نا اور اب تم نے یہ بھلا دیا کہ کہانیاں

میں نے کہانی کہی تھی۔ تم پہلے سُن لو پھر اپنی یہ جرح کرنا، نہیں تو میں بنا چکا
 اور تم سُن چکیں، یہ بیچ میں ٹوکنے کی عادت بڑی بُری ہو۔ تو میں کیا کہہ رہا تھا۔
 شبنم "شاہزادے مجھ گئے کہ ہم بھی گلگلے کھائیں گے۔"
 منشی جی "مگر اب تو وہ بیچ کا حصہ یاد آ گیا ہوا کہ اس بادشاہ کو ایک فقیر نے
 دو گلگلے دیے تھے کہ ان کو کھا کر اپنے دشمن پر چڑھائی کو مگر کسی اور کو یہ گلگلے
 نہ کھلانا۔"

بیوی "اچھا یہ کہانی ہے کتنی بڑی؟"
 منشی جی "یہ پوچھنے کا کوئی موقع ہو۔ یہی بات کہ کسی نہ کسی طرح کہانی بھلا دو
 یہ آخر مہتاری ضد کو نہی ہو، اسے بھی نہیں سننی ہو تو ویسی بات کہو۔"
 بیوی "موتی کہانی کیا ہو، بھول بھلیاں ہو یا کوئی پہلی کہ سننے سے زیادہ
 بوجھنا پڑتی ہے۔"

منشی جی "بوجھنا پڑتی ہو؟ کوئی بات بوجھنا پڑتی ہے۔ میں نے یہ پہلے ہی
 کہہ دیا تھا کہ میں بھول رہا ہوں اور حقدارِ گدڑے کا بھوتا جاؤنگا۔"
 بیوی "تو یہ کیوں نہیں کہتے کہ بھول گئے ہو، کہانی کہیں یوں سنائی جاتی ہو۔"
 منشی جی "اچھا تو پہلے یہ طے کر لو کہ کہانی یوں نہیں تو کیسے سنائی جاتی ہو
 میں کوئی داستانِ گنہاندان سے تو ہوں نہیں کہ فر فرنا تا چلا جاؤں، ایک
 مرتبہ کی سُنی ہوئی کہانی ہو، اسکو آخر اس سے زیادہ جلدی کیسے سا سکتا ہوں۔"

فشی جی۔ (جھڑک کر) ابے چُپ، کہانی کا بچہ، دل تو جلا کر خاک کر دیا، اب کہانی نہیں تو اپنا سر سناؤں گا، کوئی سننے والا ہو تو کہانی بھی سنائی جاتی ہے، میں کہانی سنا رہا ہوں، بیگم صاحبہ! اس کی کھال نکال رہی ہیں، صاحبزادوں کا یہ حال ہو کہ ایک بیٹھے ہی بیٹھے سو گئے، اور دوسرے بیٹھے ہوئے پٹنگ کے بان توڑ رہے ہیں۔ چھوڑ بان کو ماتھ سے۔
 بیوی۔ "چھوڑ دو، بیٹا، جاؤ جا کے کھیلو، سُن چکے اب کہانی۔"
 (لڑکا جاتا ہے)

فشی جی۔ "وہ تو تم خدا سے چاہتی تھیں کہ اس وقت کسی طرح کہانی کھٹائی میں پڑ جائے، تمکو تو سنہ مانگی مراد ملی نا۔"
 بیوی۔ "اب تم کو تو آ رہا ہو اس وقت غصہ ناحق کو، یاد خود نہیں ہی کہانی اور غصہ اُتر رہا ہے گھر بھر پر۔"

فشی جی۔ "یاد کیسے رہ سکتی تھی جب تم بھلانے کی کوشش کر رہی تھیں کہانی یاد نہ رہنے کا طعنہ اس وقت اچھا لگتا جب تم نے باداموں کا خیال رکھا ہوتا۔"
 بیوی۔ "اچھا خیر، میں کل ہی بادام منگا کر رکھے دیتی ہوں، مگر داغ کیلئے علاج کرنا ہو تو قاعدے سے کسی کو دکھا کر نسخہ لکھواؤ، خالی بادام چبانے سے کچھ نہیں ہوا کرتا۔"

فشی جی۔ "مصیبت تو یہی ہو کہ تم حکیم بھی ہو، وہ تو بات یہ ہو نا کہ بادام

ذرا ابھی چیز ہو، اسلئے یہ سب باتیں تم کو سوچ رہی ہیں۔ اگر کوئی حکیم نکولیا
بتا دیتا تو وہ تم کو خوب یاد دہتیں۔“

بیومی: ”ہاں اور کیا میں تو ہمارے کھانے پینے سے جلتی ہی ہوں، جو
مُنے وہ یہی کہے نا کہ میاں کا کھانا تک نہیں دیکھ سکتی یہ عورت۔“

منشی جی: ”نہیں صاحب! کہو تو میرے کھانے پینے کا بڑا ہوش ہو، بادام تو
خیر دوا ہو، مگر میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ اگر خود کھانا نہ مانگوں تو شاید
ہمارے راج میں فاقے ہی کرنا پڑیں۔“

بیومی: ”اے چولھے میں گیا میرا راج جو تم کو فاقے کرائے۔ میں کہتی ہوں کہ
آخر اس وقت تم کو غصہ کیوں چلا آ رہا ہے۔“

منشی جی: ”جی اور کیا، بدنام ہے میرا غصہ، حالانکہ دنیا زمانہ کا قاعدہ ہو کہ
بھوک میں انسان چڑچڑا ہو ہی جاتا ہے۔“

بیومی: ”تو کس کجخت نے کہا ہو کہ تم بھوکے رہو، میں ابھی لاتی ہوں کھانا۔“
منشی جی: ”لا چکیں تم کھانا، اتنی دیر سے بڑا ہوا ہوں اور جب خود ہی
کھانے کا نام لیا تو تم کو ہوش آیا۔“

بیومی: ”خود ہی تو بٹھالیا تھا اور اٹھنے نہ دیتے تھے اب خود ہی یہ بات
کہہ رہے ہو، میں کہتی ہوں تم سچ مچ سٹھیا گئے ہو۔“

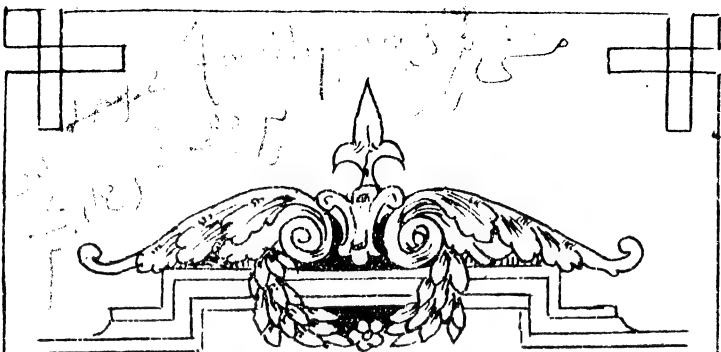
منشی جی: ”تم ہی نے سٹھیا دیا ہو، اور ابھی کیا ہو ہمارا لایہ دایوں کا

بیومی۔ "مگر کہانی ہی نے تو بھوک بھی بھلا دی تھی۔"

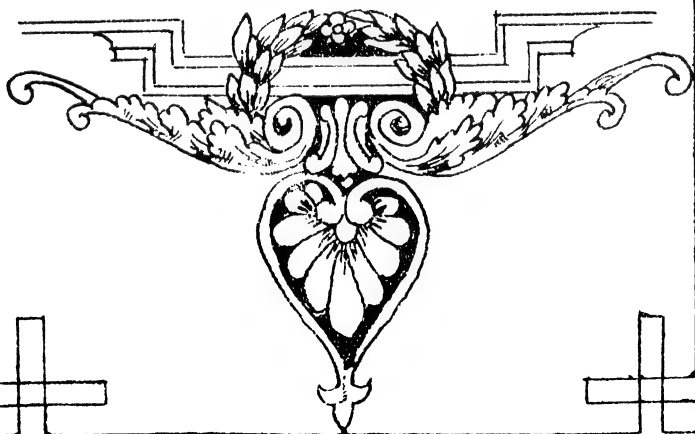
منشی جی۔ "شاید اب کھانا کھا کر کچھ یاد آ جائے۔"

بیومی۔ "خدا نہ کرے اب یاد آئے، ہم بغیر تھاری کہانی ہی کے بھلے۔"
منشی جی۔ "کیا مطلب؟۔۔۔ ذرا اٹھ دھوئے کو پانی تو دو۔ اور یہ تین ٹرے
ادھر، تم تو سمجھتی ہو کہ میرے ہاتھوں میں بانس بندھے ہیں۔"

(برتنوں کی کھڑکڑاہٹ)



فستی جی نے چاہنا مائی



منشی جی نے چار بنائی

(پتیلیوں کے گرنے اور کچھ برتنوں کے
رٹھکنے کی آواز)

بیوی - "بل - بل - بل - (وڑتی ہے)

منشی جی - "لا حول ولا قوۃ"

بیوی - "ارے تم ہو - یہ آخر باورچی خانے میں کیا ہو رہا ہے؟"
منشی جی - "میرا سر ہورہا ہو - یہ آخر پتیلیوں کو ایک کے اوپر ایک لٹکھڑکھڑا کر کیوں
رکھا جاتا ہو معلوم ہوتا ہے جیسے دوکان سبائی گئی ہو، توبہ، توبہ -

بیوی - "تو کیا یونہی پڑی رہا کریں؟"

منشی جی - "وہ تو کہنے کہ میرا ہی ہاتھ لگا تھا نہیں تو معمولی سے ہوا کے جھونکے
میں پتیلیوں کی یہ دیوار ڈھس جاتی -"

بیوی - "اور کیا ہوا میں پتیلیاں ہی تو اڑا کرتی ہیں، مگر میں دھچکتی ہوں کہ

آخر یہ آج باورچی خانے کا معائنہ کیوں شروع ہوا ہے؟"
منشی جی - "معائنہ؟ یعنی اپنے گھر میں اگر کسی چیز کو دکھیا جائے تو اس کو معائنہ
کرتے ہیں؟"

بیوی۔ "خیر نہ کہتے ہوں گے، مگر متار ایساں کام کیا ہے؟"
 منشی جی۔ "میں یہاں اسلئے آیا تھا کہ۔۔۔۔۔ کہ۔۔۔۔۔ بچے کچھ یاد ہی نہیں
 رہا، معلوم ہوتا ہر گھاس کھانے آیا تھا۔"

بیوی۔ "کوئی بات ہو تو یاد بھی آئے، یہ کیوں نہیں کہتے کہ باورچی خانہ ہی کی
 طرف منہ اٹھ گیا ہوگا، بس چلے آئے اسی طرف ناحق کو۔"

منشی جی۔ "جی اور کیا، میں ایسا ہی تو فضول آدمی ہوں کہ بیکار پھر اکروں،
 اور باورچی خانہ ہے بھی گویا بڑی تفریح کی جگہ، مگر واقعی یہ بتاؤ کہ میں یہاں کیوں
 آیا ہوں گا؟"

بیوی۔ "لو اور سنو، آئے ہو تم، اور بتاؤں میں۔ مجھے کیا معلوم کیوں آئے تھے۔"
 منشی جی۔ "اتنے دن با دام کھاتے ہو گئے مگر مجھے تو کچھ فائدہ ہوا نہیں۔"

بیوی۔ "ابھی دن ہی کہتے ہوئے ہیں جو فائدہ بھی ہو جائے۔"
 منشی جی۔ "کیوں دن ہوئے کیوں نہیں۔ اب کیا متار مطلب یہ ہو کہ برسوں کھائے
 جاؤں، اور جو عادت پڑ گئی تو۔؟"

بیوی۔ "مگر تم تو کہتے ہو کہ مجھے کسی چیز کی عادت نہیں پڑتی، جب کہو حقتہ
 چھوڑ دوں، جب کہو، پان چھوڑ دوں، جب کہو، چاؤ۔"

منشی جی۔ "ا!ت کاٹ کر، چاؤ۔۔۔۔۔ چاؤ۔۔۔۔۔ بچے صاحب یاد آ گیا، چاؤ بنانے
 آیا تھا، باورچی خانے میں۔"

بیوی۔ بھلا یہ دو پہر! کو چاہنا نے کا کونسا موقع ہو، اور چاہنے کا یہ وقت کونسا نکال ہے؟

منشی جی۔ بھروہی، ارے صاحب سیر تو تم سے مارے اگر کسے کہد یا کہو تو چاہ بھول دوں، مگر اب حالت یہ ہو کہ تمام بدن ٹوٹ رہا ہو، جانیاں آ رہی ہیں، اور بھون کچھ بڑھ سی گئی ہو، گھنٹہ بھر تک یہی سوچتا رہا کہ چاہنا نے کی ترکیب کیا ہو؟ بیوی۔ اور اب ترکیب سمجھ میں آئی تو یہ آئی کہ چلو باد چرخانے میں تیلیاں لٹھکائیں۔ منشی جی۔ وہ تو گرنے کے لئے رکھی ہی گئی تھیں کہ جیسے ہی میں نے نیچے کی تیلی کھکائی، اوپر کی سب میرے اوپر ہی آ رہیں۔

بیوی۔ اب تم خود ہی بتاؤ کہ اوپر کی تیلیاں ہٹائے بغیر نیچے کی تیلی کھکانے کا آخر کیا نتیجہ ہو سکتا ہے؟

منشی جی۔ یہ تو تم ٹھیک کہتی ہو، اتنی سی بات کیا میں نہیں سمجھتا، مگر مجھے تو نیچے والی تیلی چاہیے تھی۔

بیوی۔ تو ایک ایک کر کے اوپر کی تیلیاں ہٹالیتے اسکے بعد نیچے والی تیلی کو نکال کر اپنا کام چلاتے۔

منشی جی۔ واقعی یہ میں بھول گیا تھا۔ مگر۔۔۔ مگر۔ ایک ایک کر کے جب تک میں اوپر کی تیلیاں اٹھاتا، نیچے والی تیلی تک پہنچتے پہنچتے یہ بھول بھی جاتا کہ میں تیلی کیوں نکال رہا تھا۔

بیوی۔ "تو یہ تم سے کس نے کہا تھا کہ تم خود پہونچو چوٹھے کے پاس، مجھ سے کہتے تو کیا میں نہ بنا دیتی جا رہا؟"

منشی جی۔ "جس منہ سے جا اچھوڑنے کو کہا تھا اُسی منہ سے جا بنانے کو کہتا، میں کم سے کم ایسا دُمنہا تو ہوں نہیں۔ میں نے کہا کہ لاؤ آج خود ہی جا بناؤں۔"

بیوی۔ "بنائی نہ ہو کہیں جا نہیں تو بنائیں گے۔"

منشی جی۔ "کیا معنی، گو یا میں جا تک نہیں بنا سکتا، جا نہ ہوئی پلاؤ زردہ ہوگئی۔"

بیوی۔ "مہارے لئے تو پلاؤ زردہ سے بھی زیادہ مشکل ہے۔"

منشی جی۔ "اچھا خیر، ہر گئی شکل دکھا جائے گا مگر جا بناؤں گا اس وقت میں خود ہی۔ وہ کہاں ہیں کیا نام۔"

بیوی۔ "اچھا میں تو جاتی ہوں یہاں سے مجھے باورچی خانہ کی یہ تباہی دیکھنی پڑیگی"

منشی جی۔ "تم تو کرتی ہو خواہ مخواہ کی باتیں، کونسی تباہی ڈال رہا ہوں میں آخر، وہ بتاؤ نا وہ۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔ کلڑیاں کہاں ہیں چوٹھے کی؟"

بیوی۔ "کلڑیوں کی کوٹھری میں ہوں گی۔"

منشی جی۔ "اچھا اور وہ۔۔۔۔۔ اور کیا چیز بوجھنا تھی تم سے؟"

بیوی۔ "یہ بھی مجھ ہی کو بتانا پڑے گا۔"

منشی جی۔ "ٹھیک ہو یاد آگیا، منی کا تیل کہاں ہے؟"

بیوی۔ "وہ رکھی ہو بوتل، مگر خدا کے لئے گھر میں آگ نہ لگا دینا۔"
 منشی جی۔ "جو کوئی چار بنانا چاہو وہ گھر میں آگ ہی تو لگا دیتا ہے۔"
 بیوی۔ "کسی اور کا ذکر نہیں، یہاں تو سوال ہمارا ہے۔ خدا ہی خیر کرے معلوم
 نہیں کیا کرنے والے ہو آج۔"

منشی جی۔ "اچھا تو اب تیلی میں رکھا جائے پانی چولھے پر۔"
 بیوی۔ "اور جب گھنٹہ بھر کے بعد یہ تیل جلے کہ بغیر آگ کے پانی پک نہیں سکتا، تو
 آگ جلانا یاد آ جائے۔"
 منشی جی۔ "کیا مطلب ہمارا۔؟"

بیوی۔ "مطلب یہ کہ آگ بھی جلاؤ گے یا پہلے ہی سے موائی پانی رکھ دیا جائیگا؟"
 منشی جی۔ "اوہ۔۔۔۔۔ آگ۔۔۔۔۔ آگ تو واقعی پہلے ہی بجلا دینا چاہئے۔ اچھا اب
 ذرا میرا ہاتھ تو بٹاؤ، ایک آدھ لکڑی لادو، بچوں کی طرح دوڑ کر۔"

بیوی۔ "لو اور سنو، اب چلے ہیں بیچارے مذاق کرنے اس بڑھاپے میں۔"
 منشی جی۔ "یعنی بڑھاپے میں کیا کوئی اپنی بیوی سے مذاق نہیں کرتا۔"
 بیوی۔ "اگر مذاق کرتا ہے تو بڑھا جو بچلا کھلاتا ہے۔"

منشی جی۔ "اے! تو لاؤ نا، لکڑیاں جب تک میں سب چیزیں قرینہ سے رکھ دوں۔"
 بیوی۔ "خدا کے واسطے تم اپنا قرینہ میرے باورچی خانہ میں شروع نہ کر دینا۔
 جس جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے کہو میں تم کو دیدوں۔"

منشی جی۔ "تم سے صرف کڑیوں کو کھاتھا وہی اکتک رہی ہیں، اور کسی پیر کو کیا کروں لکھر۔"

بیوی۔ "لو میں کڑیاں ابھی لاتی ہوں۔"

(بیوی جاتی ہو اور منشی جی باورچی خانہ میں ادھر ادھر کھڑکڑ کرتے رہتے ہیں کہ بیوی اتنے میں کڑیاں لیکر آجاتی ہیں، کڑیوں کے رکھنوی کو دے)

منشی جی۔ "اے آئیں کڑیاں، شا باش۔ شا باش۔"

بیوی۔ "اور یہ تم نے چاء کا سٹ کیوں نکالا ہے۔"

منشی جی۔ "اور نہیں تو کیا، چاء کے لئے چھری، کانٹے، بیٹیں اور بڑے نوکڑے؟"

بیوی۔ "میرا مطلب یہ ہو کہ اکیلے تم چاء پیو گے، اس کے لئے اس سامان کی کیا ضرورت؟"

بس ایک پیالی اور ایک شتری نکال لی ہوتی۔

منشی جی۔ "خیر، خیر، تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتیں (کڑیاں چلے میں لگانے ہوئے)

یہ تو لگائیں کڑیاں۔"

بیوی۔ "یوں لگائی جاتی ہیں کڑیاں جیسے ساہی بندوق کھڑی کرتے ہیں۔"

منشی جی۔ "بھئی کیا کہی ہو۔ سو نہت سے ہو مٹیہ آبا سپہ گرمی۔۔۔۔۔"

(منشی جی گنگناتے ہیں)۔۔۔۔۔ تو صاحب کڑیاں تو گئیں لگ، اب انکو جلانے کا

انتظام کیا جائے۔ وہ کہاں بتایا تم نے مٹی کا تیل۔"

بیوی۔ ”وہ رکھی ہے بوتل، اب تم بوجھو گے دیا سلائی کو۔“
 غشی جی۔ ”ایں۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔ دیا سلائی بھی ہوا نہیں۔ نہ ہو تو دیکھو شاید
 میری حلیم میں کوئی چنگا ری پڑی ہو۔“

بیوی۔ "اب میں جاؤں ان کی حلیم ٹھونسنے، وہ رہی بے پردہ اسلامی، مگر وہی
ڈبیر نہ کھوکھلی بنا۔"

منشی جی۔ "اگر پورسی ڈبیہ ہی بچھو نکلتا ہوتی تو لکڑیوں کی کیا ضرورت تھی۔ مگر۔۔۔ سنو تو ردی کا غنہ جلا کر کیوں نہ یانی پکا لیں؟"

بیومی۔ ردی کا غذا۔۔۔ اب دسی کا غذا کہاں سے آئیں گے تمہارے لئے؟
منشی جی۔ ٹھہرجی! میں لاتا ہوں۔ اپنا کام انسان اپنے ہی ہاتھ سے خود کرتا ہے؟
(منشی جی جاتے ہیں اور راستہ ہی میں سوچتے ہیں)

منشی جی۔ "ارے میں نے کہا یہ کام کی تو نہیں ہے کاپی؟"
بیوی۔ (منشی جی کی طرف جھپٹے ہوئے ہاتھن کی کاپی ہو یہ اسے رکھو وہیں۔"
منشی جی۔ "اور یہ کاغذ کیسا ہے؟"

بیوی۔ "واہ۔ میں بھتیہ کا خط تمہارے چلے ہی میں تو جلاؤں گی کیوں۔"؛
 منشی جی۔ "لاحول ولا قوۃ۔ جس گھر میں روٹی کا غذا تک نہ ملیں وہ کوئی گھر ہے۔
 اچھا یہ تو ہے بیکار سی سڑی ہوئی کتاب۔"

بیوی "ہاں، ہاں، جیلا ڈالو، موٹی دعو بی کے حاب کی کتاب ہریر کیا ہو۔"

آخر تم جل کر بیٹھتے کیوں نہیں ہو میں ابھی بنا کر لاتی ہوں چار۔
 منشی جی: "اسکا مطلب یہ ہو کہ تم جو چار بناؤ گے وہ تو جیسے جادو کے زور سے
 بن جائے گی اور میں جو کچھ کر رہا ہوں یہ چار بنانے کا جیسے طریقہ ہی نہیں ہے؟
 بیوی: "اچھا تو بناؤ تم چار مگر مجھے جلنے دو، شبین کی قمیص میں بخیہ کرنا جو
 دوسرے کون رات تک ہمارے ساتھ چار بنوائے۔"

منشی جی: "رات تک؟ اجی رات کیا معنی، ابھی تو چٹکی بجھاتے چار تیار ہوئی جاتی
 ہے۔ بس آگ جلی نہیں کہ چار تیار رہا تم جانا چاہتی ہو تو جاؤ نا۔"
 بیوی: "اے میں تو جاتی ہوں تم اپنے بیٹھے ہوئے بنائے جاؤ چار۔"

(بیوی جاتی ہیں، منشی جی پھر بادریچی خانہ میں
 کچھ کھڑکھڑاتے ہیں۔ دیاسلائیوں پر ایسا ہلکا
 جلاتے جاتے ہیں اور پھر خود ہی کتے جاتے ہیں)

منشی جی: (خود اپنے سے) دس نپدرہ اخبار جلاؤ اے اور پانی ابھی سننا ایک
 نہیں، یہ خرابات کیا ہے؟ (بیوی کو پکارتے ہیں) ارے۔۔۔۔۔
 کیا نام ہے۔۔۔ میں نے کماشبین کی ماں۔"

بیوی: "تو ہے، خود ہی کہا کہ جاؤ، اب خود ہی پھر پکارنا شروع کر دیا آخر
 کیا کہتے ہو؟"

منشی جی: "تم تو بات بات پر جھڑ جاتی ہو، کام کر رہا ہوں میں اور غصہ

آ رہا ہے تم کو۔"

بیوی۔ "یہ کیا ہوا چو لھے کو؟"

منشی جی۔ "کہاں؟"

بیوی۔ "یہ سوئے باورچی خانہ بھر میں جلے ہوئے کاغذ کا کوڑا جو تم نے پھیلایا تو اس سے کیا حاصل ہوا؟"

منشی جی۔ "خیر کوڑا تو ہوتا ہی رہتا ہو مگر یہ آخر کڑا یا لگ کیوں نہیں کپڑتیں؟
بیوی۔ "واہ واہ، چو لھے پوچڑھی ہوئی پانی کی پیلی اور نیچے سے کاغذ
جلا جلا کر تم دھونک رہے ہو جو ملتا تمام جلے ہوئے کاغذ پانی میں پڑ رہے
ہیں اور محض ہوش بھی نہیں ہے۔"

منشی جی۔ "تو پھر اس کو میں کیا کروں، مگر چار تو بعد میں چھان لی جائیگی۔"

بیوی۔ "تو کیا تم نے جا کی پتی بھی ابھی سے ڈال دی؟"

منشی جی۔ "اور نہیں تو کیا، گرم پانی پی لینے کے بعد چار کے پھنکے لگا پھر؟
بیوی۔ "بیج بیج تنے تو ناک میں دم کر دیا ہے۔ میں پہلے ہی جانتی تھی کہ نہ
معلوم کیا تماشا کر کے رکھیں گے۔"

منشی جی۔ "تو آخر ہوا کیا، کچھ بتاؤ گی بھی؟"

بیوی۔ "اب میں تم کو کیا بتاؤں۔ جب پانی اُبلنے لگتا ہوا سو ت ڈالی جاتی ہے
پتی، یہ بارش کی دال تو ہو نہیں کہ تم نے پانی میں بھگو کر پکانا شروع کر دی"

منشی جی۔ "ارے صاحب تم میں کیا جانوں۔ نہ میں بادرجی ہوں اور نہ بزرگوں
 اب تک کوئی خانہ ماں گزرا ہے تو اب اسکو کیا کیا جائے؟"

بیوی۔ "کیا یہ جائے کہ تم جاؤ، یہاں سے میں جا رہی ہوں۔"
 منشی جی۔ "میں چاہتا تھا کہ یہی ایک کام آجائے، وقت بے وقت کام ہی آتا۔"
 بیوی۔ "ہاں بس یہی کام آتا کہ پہلے سے جاؤ کی بچی ڈال کر بیٹھ رہتے۔"
 منشی جی۔ "بھروہی، ابی ہی کہے جاؤ گی، دوسرے کی بھی تو سنا کرو میں نے
 تو چاؤ کی بچی اسلئے ڈال دی تھی کہ کہیں عین وقت پر بھول نہ جاؤں بچی ڈالنا۔"
 بیوی۔ "اسی لئے تو میں نے کہا تھا کہ میں خود جا رہی ہوں، مگر
 سنتا کون ہو میری، تم اگر چاہنا سکتے ہوئے تو بھلا زمین پر پیر رکھتے؟"
 منشی جی۔ "اچھا صاحب کچان پکڑے میں نے معلوم ہوتا ہے کہ چاہنا بھی
 کوئی پہاڑ کھودنا ہے۔"

بیوی۔ "پہاڑ تو خیر تم کھود بھی سکتے ہو مگر یہ پتھر سے بس کا روگ نہیں۔"
 منشی جی۔ "یہ بات ہو، تو آپ معاف رکھئے چاہنا ہے سے، بس تو اب اسٹیقت
 چاہیوں گا جب خود اپنے ہاتھ سے بناؤں۔"

بیوی۔ "تو بن چکی جاؤ اور بنی چکے تم۔"
 منشی جی۔ "اچھا بنے گی تو نہ بنیں گے! اب میں باقاعدہ آگ لگ لگا کر
 چاہناؤں گا، اور تنکوپہ کر دکھاؤں گا کہ رکھو بنائے والے اس طرح بناتے ہیں چار

”میں کچھ معلوم بھی جو کہ دنیا میں کوئی چیز محنت کے بعد ناممکن نہیں ہو۔“
 بیوی: ”ہمارا چاہا بنانا تو کمزور پتے کا غدر کھڑوں کے ناممکن ہے اور مجھے

بھی دیکھنا ہے کہ تم کیسے بناتے ہو اب چار۔“
 منشی جی: ”دیکھنا جو تو دیکھ لینا، ہاتھ میں کنگن۔۔۔۔۔ ہاتھ کے کنگن۔۔۔۔۔
 وہ کہاوت کیا ہو؟“

بیوی: ”خدا ہی حافظ ہے آج اس باورچی خانہ کا۔“
 منشی جی: ”میں پوچھ رہا ہوں وہ کہاوت کیا ہو کنگن اور آرسی الی۔“
 بیوی: ”ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔“
 منشی جی: ”ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہو۔ اس کا مطلب کیا ہوا، ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہو؟“
 بیوی: ”مجھے نہیں معلوم کچھ مطلب و طلب۔“

منشی جی: ”تو خیر مطلب یہ کہ دیکھنا ہو تو ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہو، دیکھ لینا، ابکی
 میں مٹی کے تیل کی بڑے پانی پکاؤں گا، ردی کا غصے آگ ہرگز نہیں مل سکتی،
 لاؤ، وہ بوتل اور فرادیا سلائی دو مجھے۔“

بیوی: ”لو بوتل سنبھالو، اور یہ دیا سلائی۔ جلا ڈالیں ناسب تیلیاں، اب
 اس موٹی میں ہے کیا؟“

منشی جی: ”خوب یاد آیا، اسی لئے تو میں نے آواز دی تھی کہ دیا سلائی کی
 ڈبیہ کیس سے نکالو، میں خود سوچ رہا تھا کہ میں نے کیوں بلایا ہو تم کو۔“

بیوی۔ "اب میں کہاں سے لاؤں دیاسلائی، اپنی ہی جیب سے نکالو۔"
 منشی جی۔ "بھئی واہ، بغل میں بچہ اور شہر میں ڈھنڈورہ، جیب میں دیاسلائی
 رکھی ہو اور مانگے ہا ہوں تم سے۔"

بیوی۔ "اب بچے ہیں دو اور مجھے پانچ بچے باورچی خانہ کی ضرورت ہوگی
 اس وقت تک جو جی میں آئے کرلو۔"

منشی جی۔ "گو یا دو، تین، چار، پانچ، تین گھنٹہ تک میں جاؤ بنا تا رہوں گا۔"
 بیوی۔ "انشاء اللہ اور اسکے بعد بھی جاؤ بن تھوڑی سی پائیٹی چاہئے کھلینا۔"
 منشی جی۔ "اچھا صاحب! یہی سچ کہتی ہیں، کون اب آپکے منہ لگے، تو وہ
 کہاں گیا، ہاں یہ ہوٹلی کاتیل، اور یہ جیٹ دیاسلائی (ڈبیر بجاتا ہو،
 بیوی۔ "ککڑیوں کو چو لھا صاف کر کے قرینہ سے لگاؤ تو پہلے۔"

منشی جی۔ "آپ شوے رہنے دیکھے اپنے، میں خود اپنے طریقہ سے بناتا ہوں چاہے
 اور اپنے ہی طریقہ سے آگ سلگاؤں گا۔"

بیوی۔ "اچھا سلگاؤ اپنے طریقہ سے کون ہمارے ساتھ پیچھے خالی کرے۔"

(جاتی ہے)

منشی جی۔ "تو کیا جا رہی ہو، سنو تو سہی۔"

بیوی۔ "جاؤں نہ تو کیا کروں، آج رات کو لائین کے لئے نہ نوٹھی کاتیل،

رہنے پاریگا نہ چو لھا اس قابل رہیگا کہ رات کا کھانا اسی پر بچایا جاسکے۔"

منشی جی۔ "وہ میں نے اسلے بلایا تھا۔۔۔۔۔ اسلے بلایا تھا۔۔۔۔۔ شاید یونہی
 "بلایا تھا، بیٹھو نا۔"

بیوی۔ "نہیں بخشو مجھے۔ اُف وہ، تمام بادرچی خانہ دھوئیں سے بھر دیا،
 اسے کھینکنی سے کھونکونا چو لھا۔"

منشی جی۔ "کہاں ہو کھینکنی، کدھر ہے کھینکنی۔ یہ ہے، یہ پھول پھول پھول،
 بیوی۔ "اب بس بھی کرو آئیخ تو ہونے دو موٹی۔"

منشی جی۔ "وہ مارا، بس اب کیا ہو، سب بڑا کام آگ جلا نا ہو، اور نیم سر کر لی ہیں
 بیوی۔ "اے تو اب رکھو نا، پانی کی مٹی۔"

منشی جی۔ "اے، اے، اے، رکھتا ہوں پانی مجھے خود یاد ہے۔ لے یہ لو۔"

بیوی۔ "اتنا پانی آخر کیا ہوگا کیا محلہ بھر کو جا، پلانا ہے۔"

منشی جی۔ "میرا اصول یہ ہے کہ چیز چاہے زیادہ ہو جائے مگر کم نہ پڑے اکثر
 بدنامی ہو جاتی ہے۔"

بیوی۔ "تو بہتے اُسے، ایک پیالی تم کو پینا ہے تو زیادہ سے زیادہ دو نہالو
 مگر تم نے تو جیسے نہانے کے لئے پانی رکھا ہے۔"

منشی جی۔ "تو اگر پانی کچ رہا تو نہالوں گا، ایک نیتہ دو کا ج، آخر نقصان
 ہی کیا ہے۔۔۔۔۔ بلکہ۔۔۔۔۔ بلکہ۔۔۔۔۔ خوب یاد آیا، واقعی با دام کچھ فائدہ کر ہے
 ہیں، اب میری بھول کچھ کم ہو گئی ہے۔"

بیوی۔ "یا دکیا آیا تھا آخر؟"

منشی جی۔ "وہ بات یہ تھی کہ۔۔۔۔۔ لاحول ولاقوت۔۔۔۔۔ خیر پھر سوچوں گا۔"

بیوی۔ "یہ ہے فائدہ جو بادام کر رہے ہیں۔"

منشی جی۔ "ہاں وہ بات یہ تھی کہ اگر بچا ہوا پانی چار پانی پر ڈال دوں گا تو کھٹل ہی کچھ کم ہو جائیں گے۔ رات بھر پریشان کرتے ہیں۔"

بیوی۔ "اچھا تو سیرا کیا جو تم ایک دھڑیلی اور چڑھا دو پانی کی؟"

منشی جی۔ "ہوں۔۔۔۔۔ ہوں۔۔۔۔۔ اور ہاں وہ چار کی پتی بھی اور ہے۔"

بیوی۔ "کیا پہلا ڈبہ ختم ہو گیا؟"

منشی جی۔ "وہ ڈبہ کیا کوئی بھرا ہوا تھا جو ختم ہو گیا۔ تھوڑی سی سی اس میں چار تھی جو"

پہلی مرتبہ ڈال لی تھی۔"

بیوی۔ "اچھا تو کسی اور ڈبہ میں تھوڑی سی پتی بڑی جو تم دیکھ لینا (دراڑہ پر شک)"

منشی جی۔ "کون صاحب ہیں؟ اسے بھٹی کون صاحب ہیں؟"

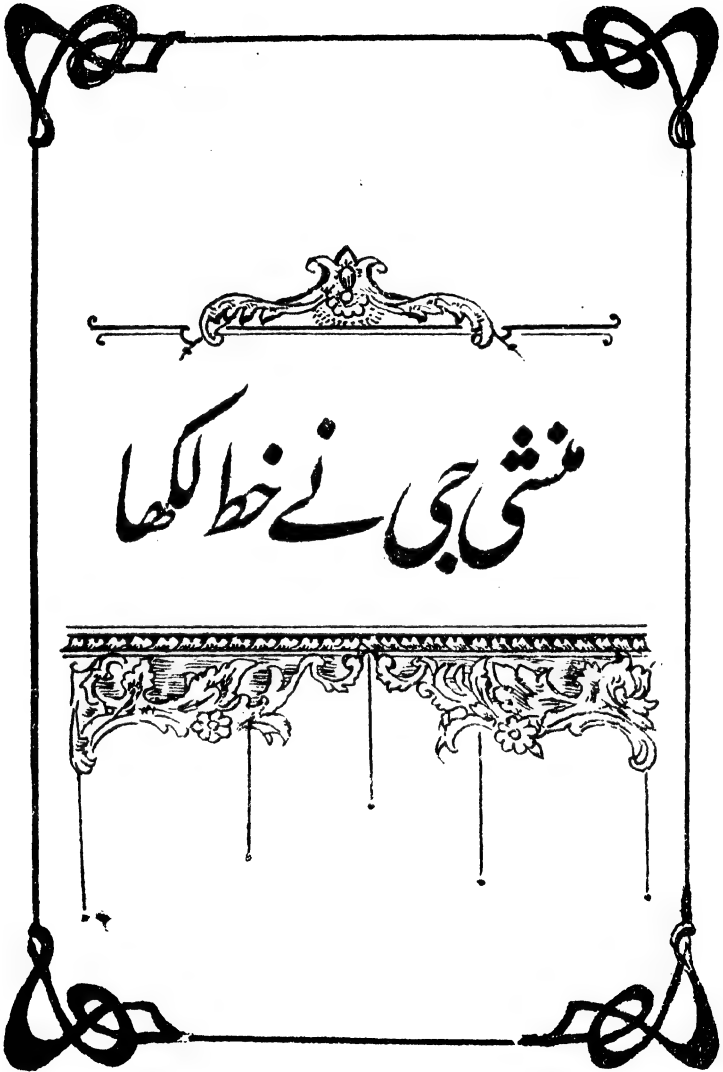
بیوی۔ "کوئی بھی نہیں سبب ہو گا۔"

منشی جی۔ "اچھا تم جلو دروازہ کھولو میں جا لیکر آتا ہوں وہیں۔"

بیوی۔ "دیکھو دیکھو پانی میں اُبال آ گیا۔"

منشی جی۔ "آگیا نا۔ بس اب تیار ہے چار (دراڑہ پر پھر شک)"

بیوی۔ "آرہی ہوں (جاتی ہو) (منشی جی کچھ ڈبے کھڑکراتے ہیں اور تھوڑے



منشی جی نے خط لکھا

دروازہ بھر بھڑانے کی آواز ساتھ ہی ساتھ
ڈاکیہ آواز دیتا ہے، ”خط لکھا ہے۔“

منشی جی۔ ”خط۔ خط، ارے میں نے کہا سنتی ہو، ذرا لپک کے خط لکھو۔“
بیوی۔ ”خط نہیں تو تار۔ مہالے یہاں خط کون بھیجے گا۔ پڑوس میں کسی کا
خط آیا ہوگا۔“

منشی جی۔ ”یعنی تار مطلب یہ ہو کہ کھو خط بھیجنے والا کوئی گویا رہا ہی نہیں۔“
بیوی۔ ”رہا کیوں نہیں۔ خدا نہ کرے کہ نہ ہے مگر تم بھی کسی کے خط کا جواب
کبھی دیتے ہو، ایک مہینہ ہونیکو آیا بھیا کا خط آئے ہوئے، ہزار دفعہ کہا کہ جواب
لکھ دو۔ مگر تم کو تو جیسے لکھنا آتا ہی نہیں۔“

منشی جی۔ ”لکھنا نہیں آتا۔ اور یہ زمانہ بھر کی زبان، منشی جی، منشی جی، کہتے
یونہی گھسا کرتی ہے؟“

بیوی۔ ”ہو گئے منشی جی، مگر میں نے تو کبھی تم کو قلم کپڑے بھی نہ دیکھا۔ کیا
بیچارے نے لکھا تھا کہ خط دیکھتے ہی خیریت لکھنا۔“

منشی جی۔ ”دم لینے کی تو مہلت نہیں ملتی، خط کیا خاک لکھوں، خط لکھنا ہے

اطمینان کا کام۔ تمہارے بھیا کا کیا، دن بھر ٹپے اینڈا کرتے ہیں، اور کچھ نہیں تو انھوں نے کہا کہ لاؤ ایک خط ہی لکھ ماریں۔

بیوی۔ "اور تم تو جیسے دن بھر اکل چٹا لیا کرتے ہو۔ تم سٹی تن لکھو ان کو خط، واہ یہ بھی کوئی بات ہے۔"

منشی جی۔ "خط لکھنے سے کون ابکار کرتا ہو، مگر لکھوں کیا اپنے سر سے خط لکھنے کے لئے نہ تو تمہارے گھر میں کاغذ جوگت کا، نہ لفافہ ڈھنگا، نہ قلم نہ دوات بس حکم دید یا کہ خط لکھو۔ سبحان اللہ۔"

بیوی۔ "تمہاری تو عادت جو بات کا بتنگڑ بنانا، اگر لکھنا ہو تو لو میں دیتی ہوں کاغذ شبن کی کاپی سے ایک رت بھاڑے دیتی ہوں اور اسی کے بستے میں قلم و لم بھی ہو گا۔"

منشی جی۔ "جی اور کیا، ابیں ایسا گیا گذرا ہوا کہ زندگی بھر میں ایک خط لکھوں تو وہ بھی کاپی کے پھٹے ہوئے کاغذ اور سیاہ شبن کے قلم سے اچھا اور دوات کا کیا ہو گا؟"

بیوی۔ "اے دوات کا کیا ہو پیالی میں اودا رنگ گھلا ہوا رکھا ہو، نہ رنگوں کی آج دو پٹہ، تم خط ہی لکھ لو۔"

منشی جی۔ "بس ان ہی باتوں پر جی جلتا ہے۔ گویا میں خاندانی رنگ پر ہی تو ہوں کہ دوپٹے کے گھٹے ہوئے رنگ سے خط لکھنے بیچ جاؤں۔"

بیوی۔ ”میں تو پہلے ہی جانتی تھی کہ جس کام کے کرنے کو متا راول نہیں چاہتا
ایس ہزاروں ٹالے بالے نکالتے ہو۔“

منشی جی۔ ”بیچے صاحب یہ ٹالے بالے ہو گئے، بھئی تم ناحق ناحق کو نہ اٹھا کرو۔
مجھ سے، میرا کیا ہوتا ہے ہی بھائی کو خط لکھنا ہو تم دو پیڑ کے رنگ سے نہیں
بان کی پیک سے لکھو ادو تو بھی میری عزت نہیں جاسکتی۔ تو وہ کیا کیا چیزیں
ہوتی ہیں خط لکھنے کے لئے ضروری۔“

بیوی۔ ”ہاتھی ہوتے ہیں، گھوڑے ہوتے ہیں، گاؤں گراؤں ہوتے ہیں۔
آدمی گنگار ہو جائے تم سے بات کہو۔“

منشی جی۔ ”بھرو ہی، جانتی ہو کہ مجھے بات یاد نہیں رہتی اور تم ہو کہ ناک پر
کبھی نہیں بیٹھنے دیتیں۔ ہاتھ کاغذ، قلم، اور۔۔۔ اور۔۔۔ ٹھیک ہے
دوات، بس، یہی نا؟“

بیوی۔ ”کچھ تو بھول سچ بچ بڑھ گئی ہو اور کچھ تم جان بوجھ کر بننے بھی ہو۔“
منشی جی۔ ”بھئی اگر میں بتا ہوں تو خدا کرے تم بھی ایسا ہی بننے لگو۔“
بیوی۔ ”فوج دور پار میں نبوں۔ واہ، اب چلے ہیں مجھے کو سنے۔“

منشی جی۔ ”تو اور کیا کروں تم کو بھی تو میرے کسی مرض کا یقین نہیں ہوتا۔
وہ رات کو۔۔۔ رات ہی کو تو۔۔۔ کیا ہو گیا تھا مجھے،۔۔۔ یعنی یہ حال ہو کہ
تکلیف اتنی باتی ہے اور یاد نہیں رہا کہ یہ تکلیف ہے کس مرض کی۔“

بیوی۔ "رات کو تو اچھے خلصے سو رہے تھے، خدانہ کرے کچھ بھی تو نہیں ملتا۔"
 منشی جی۔ "بتا رادماغ تو مجھ سے بھی زیادہ بیکار ہو، یعنی رات کو میں نے تم کو
 اٹھایا تھا، تم خود اٹھی تھیں اور پھر بھول گئیں، وہی جب تم نے پانی
 پلا یہ بھٹکوا۔"

بیوی۔ "اے تو وہ کوئی مرض تھا خدا نخواستہ، تمکو پیاس لگی تھی۔ تم نے کہا کہ
 حلق میں کلنے پڑ رہے ہیں۔"

منشی جی۔ (بات کاٹ کر) حلق میں کانٹے۔ حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے اور
 پانی پینے کیلئے اٹھا تاکہ جاتا تھا۔ یہ بتا رہے نزدیک کی مرض ہی نہیں جو اب تک
 یہ حال ہے کہ صبح سے گھڑوں پانی پی چکا ہوں مگر پیاس جو کسی طرح بجھتی ہی نہیں۔
 بیوی۔ "اے تو گرمی میں کون پانی نہیں پیا، تھارے یہاں ہوتی ہوگی یہ بیماری۔"
 منشی جی۔ بہت بہتر میں بالکل اچھا ہوں، اور یونہی مریض بننے کا مجھے شوق ہے۔
 جب تم ہی کو میرا خیال نہیں ہو تو کسی اور کو میری بیماری کا کیا یقین آسکتا جو یہ

ہمنے جا ہا تھا کہ حاکم سے کرینگے فریاد وہ بھی کجخت ترا چاہئے الا امکا

بیوی۔ "اے آگ لگے اس موئے حاکم کو، مجھے یہ باتیں نہیں اچھی لگتیں، مجھے
 کوئی مٹوا کیوں چاہئے لگا۔ ایک شریاد آیا تو وہ بھی مٹا۔"

منشی جی۔ "مجھے صاحب ایک شدد دوشد۔ اب اس گھر میں شر بھی نہیں پڑھا جاسکتا
 آخر اسیں برا ماننے کی کوئی بات تھی کہ لگیں اس بیچارے حاکم کو باتیں سنانے۔"

بیوی۔ "ہاں تو تم ایسی بات ہی زبان سے کیوں نکالو، تمہاری زبان کے آگے

کھائی خندق توڑ نہیں جو منہ میں آیا پکٹے چلے جاتے ہو۔"

منشی جی۔ "لاحول ولا قوۃ، بات کہنا دشوار ہو تمہارے سامنے موقع موقع سے شعر پڑھ ہی جاتے ہیں، کل ہمارے مرزا صاحب تو بات تو نیچے شعر پڑھتے تھے مگر ان کی بیوی نے برا نہیں مانا۔"

بیوی۔ "ہاں تو میں نے کمدیا ہو کر میرے لئے ایسے شعر دیر نہ پڑھا کر دو۔"
منشی جی۔ "بہت بہتر ہو، کان پکڑے صاحب نیند کے لئے۔۔۔ مگر۔۔۔ مگر یہ شعر آخر پڑھا کیوں تھا میں نے؟"

بیوی۔ "میں کیا جانوں کیوں پڑھا تھا میں تو خود یہ کہہ ہی ہوں کہ آخر تم کو پڑھنے کی ضرورت ہی کیا تھی اور شعر بھی دنیا جان میں بس یہی رکھا تھا پڑھنے کو۔"
منشی جی۔ "اچھا اب چپ بھی رہو، میں یاد کرنیکی کوشش کر رہا ہوں کہ آخر شیر پڑھا کیوں گیا تھا؟۔۔۔ کیا بات تھی وہ؟"

بیوی۔ "کچھ اپنی بیاری آزادی کی بات کر رہے تھے۔"

منشی جی۔ "ٹھیک ہو، ٹھیک ہو، تو میں نے کہا کہ جب اپنی بیوی ہوتے ہوئے تم ہی میری بیاری کا یقین نہ کرو گی تو اور کوئی کیا یقین کر سکتا ہو۔ ۷۔ میں بھی جھوٹا میں بھی جھوٹا۔۔۔۔۔ لاحول ولا قوۃ، جانے کیا ہو یہ شعر، خیر ہو گا کچھ تو ہم ہی سچا ٹھیکے ٹھیکے، ۷۔ تم ہی سچے سچی بات کا جھگڑا کیا ہو۔"

بیوی۔ "تو میں یہ پوچھتی ہوں کہ آخر اپنا علاج کیوں نہیں کرتے جم کے؟"
 منشی جی۔ "علاج تو جب کروں کہ متاری طرف سے تیار دار ہی کا بھر دسہ ہو
 ردا کی تاثیر تو تم اپنی باتوں سے غائب کر دو گی، ہر وقت بکواؤ گی، چنواؤ گی اور
 مانغ کو گھن چکر بنائے رکھو گی، آخر ایسے علاج سے فائدہ؟"

بیوی۔ "تو مجھے ڈالو تم جو لھے میں، میں ایسی ہی مٹا سے لئے عذاب سنگی ہوں تو
 میں کچھ دن کے لئے بھیا کے یہاں جلی جاؤں اور تم علاج کرو۔"

منشی جی۔ "خوب یاد دلا یا تم نے، بات اصل میں شروع ہوئی تھی کچھ آپ کے بھائی
 صاحب ہی کے متعلق۔"

بیوی۔ "ان کے متعلق کیوں ہوتی، ان بیچارے نے تو محبت کے مارے ایک خط
 بھیج دیا تھا اور بس۔"

منشی جی۔ "خط۔ یعنی یقین جانو کہ کس مردود کو اتنی دیر کی گفتگو میں یہ خیال ہی
 رہا ہو کہ خط سے یہ بات شروع ہوئی تھی البتہ دل کو ایک کھوج ضرور تھی کہ بات
 شروع کہاں سے ہوئی۔ اس تو لاؤ وہ کاغذ و اغذ، لکھ کے چھٹی بھی کروں۔"
 بیوی۔ "نوشتہ کی کابی سے کاغذ نکالو (کابی اُچھالتی ہو) میں جب تک وہ
 رنگ کا پالا اٹھلاؤں۔"

(بیوی کے جانے اور منشی جی کے کاغذ پھاڑنے اور
 اسکو درست کرنے کی آواز۔ بیوی مٹی پس آتی ہیں)

بیوی: "لو یہ رہا رنگ، قلم نکال یا تم نے بتے سے؟"
 غشی جی: "بھئی اس قلم سے تو میں قیامت تک نہیں لکھ سکتا۔ خط اگر خراب گیا تو
 تمہارے بھائی آٹھ آٹھ آنسو روئیں گے کہ بہن کو کس جاہل کنڈہا تراش کے
 حملے کر دیا ہے۔"

بیوی: "تو اب میں اس وقت قلم کہاں سے پیدا کروں، دوسرا قلم شبن خود اس کو مل
 لیکر گیا ہو گا۔"

غشی جی: "ذرا سادماغ سے کام لو تو ہر شکل آسان ہو سکتی ہو، وہ لکڑی کہاں گئی،
 جس سے صبح شبن کے پاجامے میں کمر بند ڈالا تھا۔"

بیوی: "اب وہ موٹی لکڑی کیا ہو گی۔"

غشی جی: "تم کو کیا بتاؤں کیا ہو گی، بھئی ضرورت ایجاد کی ماں ہو، تم بتاؤ تو وہ
 لکڑی اور ذرا باد چرخہ سے چھری لادو میں ابھی قلم بناتا ہوں۔"

بیوی: "وہ لکڑی تو یہ بڑی ہے لو، مگر چھری تو موٹی نکٹی ہے، سرنے سے
 نہیں بن جائے گا قلم۔"

غشی جی: (ہنس کر) سرنے سے (بھرہنتے ہیں) بھئی سخت جاہل ہو۔ سرنے سے
 اگر قلم بنانا ہوتا تو چمٹے سے خط ہی کیوں نہ لکھ دیتا۔ تم لاؤ تو سہی وہ چھری
 ذرا سیل پر گھس کر لانا۔"

بیوی: "تو تمہاری جیب میں کیا شکاری نہیں ہے؟"

منشی جی۔ "ہاں، ہاں، ہاں، واقعی شکاری تو موجود ہی ہو۔۔۔ اے یہ ہانا یہ لکڑی اور تم ذرا اب ٹھیکہ اطمینان سے یہ سوچ لو کہ خط میں لکھوانا کیا ہے۔"

بیوی۔ "اے لکھوانا ہی کیا ہو، یہی سب کی خیریت بریت اور کیا۔"

منشی جی۔ "قلم پر قلم رکھتے ہوئے، اچھا تو بولو تم خط، قلم تیار ہے میرا اور۔۔۔"

وہاں یہ رہی کاپنی، ذرا اس بگ کے پیلے کو ادھر کھسکا دو۔۔۔ ہاں اب بولو۔"

بیوی۔ "یہی لکھو کہ یہاں سب خیریت ہو، پھر اپنی بیماری، میری کمزوری اور تین

کی کھانسی کا حال لکھو۔"

منشی جی۔ "یہ سب گویا خیریت ہوئی؟"

بیوی۔ "تو یہ ہو، تم لکھو گے بھی یاد کیلوں کی طرح مجھ سے جرح کر دو گے؟"

منشی جی۔ "ہاں تو کیا لکھوں یہاں سب خیریت ہو۔ مگر سنو تو۔۔۔ لا حول ولا قوۃ"

کا غد خراب کر دیا۔ ابھی پہلے القاب لکھوایا ہوتا۔"

بیوی۔ "اے تو تم نے خود دکھ لیا ہوتا۔"

منشی جی۔ "خود دکھنا ہوتا تو تم سے کیوں پوچھتا، کیا گھاس کھا گیا تھا۔ تو یہ

تمہارے بڑے بھائی ہیں نا؟"

بیوی۔ "بڑے؟ اے بہت بڑے ہیں، وہ جوان کی بڑی لڑکی ہونا چھدن

اسکے ماشاء اللہ شہن کے برابر کی لڑکی ہے تم نے تو دیکھا ہو گا؟"

منشی جی۔ "کچھ یاد دلاؤ تو یاد آ جائے، دیکھا ضرور ہو گا تمہاری بیٹی کو بھلا نہ دیکھا۔"

میری کمزوری کا پورا حال لکھ دو۔

شی جی: "میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اسکے لئے کوئی خاص جملہ ہوتا ہو۔ میں خود لکھا کرتا تھا، مگر ایو برسوں کے بعد یہ خط لکھنے بیٹھا ہوں۔ بات یہ ہو کہ اکثر

یومی: "تو جانے بھی دو، وہ جملہ نہ ہو گا تو کیا نقصان ہے۔"

شی جی: "چپ تو رہو شاید یاد آجائے۔ بلکہ تم انکا وہی خط لاؤ اس میں انھوں نے وہ جملہ ضرور لکھا ہو گا۔"

یومی: "اور وہی تم ان کو لکھ کر بھیج دو گے۔؟"

شی جی: "نہیں صاحبہ جملہ تو ہر خط شروع کر نیوالا اپنے خط میں لکھتا ہے۔"

یومی: "اب اللہ جانے وہ خط کہاں رکھا ہے۔ ٹھیک ہو میں نے پانڈان کی نیا کو والی گلیا میں رکھ دیا تھا پانڈان کھولتی ہو اسے یہ۔ یہی ہونا۔"

شی جی: "ہاں یہی ہو، کدھر سے شروع ہوا ہو خط۔ ہمشیرہ عزیزہ، بعد عاکہ معلوم ہو کہ یہاں سب خیریت ہو اور ہمارے خیریت نیک مطلوبہ، دیگر احوال یہ ہو۔"

ٹھیک ہو یہی ہوتا ہے وہ جملہ تو میں نے لکھا ہے۔ بھائی صاحب منظم دام ظلم، ب لکھنا ہو بعد عاکہ۔۔۔ مگر نہیں وہ تو بڑے ہیں کیوں بڑے ہیں نا؟

یومی: "تو یہ ہو، ابھی کہہ چکی ہوں کشتن کے برابر کی نو اسی ہے۔"

شی جی: "ٹھیک ہو، ٹھیک ہو، احتیاطاً پوچھ لیا تم سے، تو بھائی صاحب ترم منظم دام ظلم، بعد آداب کے۔ بڑے ہیں نا، اس لئے آداب ہونا چاہیے

بعد آداب کے معلوم ہو کہ یہاں سب خیریت ہو اور آپ کی خیریت نیک مطلوب ہو
دیگر احوال یہ ہے۔

بیومی۔ یہ کیا لکھ دیا۔ اے اب اپنی بیماری، شبین کی کھانسی اور میری کمزوری کا
حال لکھو تا کہ بھوک لگتی ہی نہیں۔

منشی جی۔ مگر یہ خیریت ہی کے بعد تو لکھا جائیگا، تم سنتی تو رہو، ہاں۔ دیگر
احوال یہ ہے کہ شبین کے آبا کی طبیعت آجکل بہت خراب ہتی ہو، رات کو بھی حلق
میں کانٹے پڑ گئے تھے اور سانس لگی تھی۔ شبین کو۔۔۔ کیا لکھوں شبین کو بھوک
نہیں لگتی؟

بیومی۔ خدا نہ کرے اُسے بھوک نہ لگے یہی اُسکے کھانے کھینے کے دن ہیں
بھوک کو میں نے اپنے لئے کہا تھا۔

منشی جی۔ اسی سے تو کہتا ہوں کہ اکینم سے تم بول جاتی ہو، اکینا کیا بات
بولو تو شبین کو کیا لکھوں؟

بیومی۔ "شبین کو کھانسی ہو گئی ہے۔"

منشی جی۔ "شبین کو کھانسی ہو گئی ہے۔۔۔۔۔ ہاں اور چلو۔"

بیومی۔ "خود میں آجکل بہت کمزور ہو گئی ہوں۔"

منشی جی۔ "خود میں آجکل بہت۔۔۔ کمزور۔۔۔ ہوں۔۔۔۔۔ اور۔"

بیومی۔ "اور یہ لکھو کہ بھابی نے جو بازرب خوانی تھی وہ کتنے بھر تھی اور۔"

اسکی بنوائی کیا گئی تھی؟

منشی جی۔ "یہ کیا بات ہوئی؟"

بیوی۔ "بتا دوں گی نہیں پھر کہ کیا بات ہو پہلے تم خط تو لکھو۔"

منشی جی۔ "خود میں آجکل بہت کمزور ہوں، بھابی نے۔۔۔ جو بازرب۔۔۔"

بنوائی تھی۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔ کیا کہا تم نے۔"

بیوی۔ "وہ کتنے بھر تھی اور اسکی بنوائی کیا گئی تھی؟"

منشی جی۔ "جو بازرب بنوائی تھی وہ کتنے بھر تھی۔۔۔ اور اسکی۔۔۔۔۔"

بنوائی۔۔۔ کیا گئی تھی۔۔۔۔۔"

بیوی۔ "ہاں اب یہ لکھو کہ جو مشرّع کا ستھان آپ پارسال لائے تھے چھوٹو کے

لڑکے کی شادی کے لئے وہ کتنے کا ملتا ہے اور اُس میں کئی دار باجامہ

ہو سکتا ہے یا نہیں؟"

منشی جی۔ "تم تو یہ سمجھتی ہو کہ میں گویا آدمی نہیں شین ہوں نہ معلوم کیا کیا بول

گئیں، اہں چھوٹو کی شادی کئی دار باجامہ، کیا کہا ستھان سے۔"

بیوی۔ "تو یہ ہے تم سے بھی، لکھو کہ جو مشرّع کا ستھان آپ۔۔۔۔۔"

منشی جی۔ (بات کاٹ کر اٹھیرا، اٹھیرا، اسکی بنوائی کیا گئی تھی اور جو مشرّع

مشرّع کا ستھان۔۔۔۔۔ آپ۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔"

بیوی۔ "آپ پارسال لائے تھے چھوٹو کی شادی میں۔۔۔۔۔ اے تو بہ۔۔۔۔۔"

چھوٹو کے لڑکے کی شادی کے لئے۔“

منشی جی۔ ”الاحول والا قوتہ۔ میں نے جلدی میں لے تو بہ بے تو بہ سب کھدیا۔
جتنا جتنا میں اس کا ٹپٹ سے ڈر رہا تھا وہی آخر کو ہوانا۔۔۔ اچھا خیر
تو کیا ہوا۔۔۔“

بیوی۔ ”کہاں تک کھا ہے تم نے۔“
منشی جی۔ ”جو منشی کا سہان آپ بار سال لائے تھے چھوٹو کی شادی میں۔
لے تو بہ۔“

بیوی۔ ”بس یہی کاٹ کر کھو۔ چھوٹو کے لڑکے کی شادی میں۔“
منشی بی۔ ”چھوٹو کے لڑکے کی شادی میں۔۔۔ اچھا صاحب۔“
بیوی۔ ”وہ کتنے کا ملتا ہے اور۔۔۔۔۔“
منشی جی۔ ”ٹھہرو،۔۔۔۔۔ وہ کتنے کا ملتا ہے۔۔۔۔۔ ملتا ہے اور۔۔۔۔۔
ہاں اب بولو۔۔۔۔۔“

بیوی۔ ”اور اس میں کلی دار پا جامہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔“
منشی جی۔ ”اور اس میں کلی دار۔۔۔۔۔ دار پا جامہ ہو۔۔۔۔۔ سکتا۔۔۔۔۔ ہے۔۔۔۔۔
یا۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ اچھا صاحب۔“

بیوی۔ ”سیب کی لڑکی آجکل سیکے میں آئی ہوئی ہے۔“
منشی جی۔ ”خیر آئی ہوگی، تم اس وقت خط لکھو اور۔“

بیوی۔ ”اے خط ہی میں تو لکھوا رہی ہوں۔“
 منشی جی۔ ”سُبحان اللہ، کتنی ضروری بات لکھوانی جا رہی ہے، اچھا صاحب کھوائے۔“
 بیوی۔ ”نصیبن کی لڑکی آجکل میکے آئی ہوئی ہے۔“
 منشی جی۔ ”نصیبن کی۔۔۔ لڑکی آجکل۔۔۔ میکے۔۔۔ آئی۔۔۔ ہوئی ہے۔ ہوں۔“
 بیوی۔ ”اس کی سُسرال۔“
 منشی جی۔ ”اجی جنم میں گئی نصیبن کی لڑکی اور اس کی سُسرال، تم اپنی باتیں لکھواؤ۔“

بیوی۔ ”اچھا تو تم نہ لکھو، اسی لئے تو میں خط لکھواتی نہیں ہوں۔“
 منشی جی۔ ”اچھا صاحب بخانا ہوں سرکار، ہاں تو میکے آئی ہوئی ہے۔۔۔ بولاب۔“
 بیوی۔ ”اسکی سُسرال میں کوئی غمی ہو گئی تھی۔“
 منشی جی۔ ”دُنیا بھر کی ٹھیکہ دار ہیں آپ۔۔۔ اسکی سُسرال۔ میں۔۔۔ کوئی کوئی غمی۔۔۔ ہو گئی تھی۔۔۔ اچھا بھر۔“

بیوی۔ ”اگلے وہ آپکے قرض کے روپے نہ بھیج سکی۔“
 منشی جی۔ ”اچھا یہ بات تھی۔۔۔ ہاں تو سُسرال میں غمی ہو گئی تھی، اوکھا کہنا تھے۔“
 بیوی۔ ”اگلے وہ آپکے قرض کے روپے نہ بھیج سکی۔“
 منشی جی۔ ”اگلے وہ آپکے۔۔۔ قرض کے۔۔۔ روپے۔۔۔ نہ بھیج۔۔۔ بھیج سکی۔ اور بتائیے۔“

بیوی۔ ”اور لکھو کہ وہ جو بال بڑھانے کا تیل جو بھابی کے پاس“
 منشی جی۔ ”بھئی اب خط میں زیادہ نہ لکھو، کیا فائدہ بیزنگ ہو جائے“
 بیوی۔ ”اچھا تو اب جو ہمارا دل چاہے لکھ دو۔۔۔ اور ہاں یہ تو لکھ دو کہ بھابی
 کے بندے تیار رکھے ہوئے ہیں، مگر سنا رکھتا ہو کہ سونا میل دار ہے۔“
 منشی جی۔ ”بہتر ہے صاحب اب ذرا پنکھا ہی یلو ہاتھ میں۔ یہ خط لکھنا کوئی
 بچوں کا کھیل تو ہو نہیں، دیکھ رہی ہو پسینہ پسینہ ہو گیا ہوں۔ ہاں تو کیا لکھیں۔“
 بیوی۔ ”بھابی کے بندے سنا رکھے یہاں۔“

منشی جی۔ ”بھابی۔۔۔۔۔ کے سنا۔۔۔۔۔ بندے کے یہاں۔“
 بیوی۔ ”یہ کیا لکھ رہے ہو، بھابی کے بندے سنا رکھے یہاں، یا بھابی کے
 سنا بندے کے یہاں؟“

منشی جی۔ ”لاحول ولا قوۃ۔ دماغ تو چکارا رہا ہے، کیا لکھتا ہوں اور کیا بجاتا
 تو بھابی۔۔۔۔۔ کے بندے۔۔۔۔۔ سنا رکھے یہاں۔۔۔۔۔ ہاں۔“

بیوی۔ ”سنا رکھے یہاں رکھے ہیں مگر وہ کہتا ہے کہ سونا میل دار ہے۔“
 منشی جی۔ ”کے یہاں۔۔۔۔۔ رکھے ہیں۔۔۔۔۔ مگر وہ۔۔۔۔۔ کہتا ہے کہ۔۔۔۔۔“

سونا۔۔۔۔۔ میل دار ہو۔۔۔۔۔ یہ بے ایمانی ہو اسکی، خود ہی کھوٹا سونا ملا دیا ہوگا“
 بیوی۔ ”اب جو کچھ بھی اُنے کیا ہو، بات یہ ہو کہ میں تو گھر کی بیٹھنے والی اور
 تم میں یہ ڈھنگ نہیں، آخر یہ کام کرے تو کون؟“

منشی جی۔ "یعنی یہ معمولی معمولی کام تک میں نہیں کر سکتا۔ کیا کیا خیالات ہیں اس خاکسار کے متعلق بھی۔"

بیوی۔ "تم سے کہتی تو وہ سونا اور بُندے اب تک سب کھٹائی میں بڑبڑاتے۔"
منشی جی۔ "اور اب تو گویا مٹھائی میں بڑے ہوئے ہیں کہ اس نے کھوٹا سونا اٹھا کر بُندے بنا دیئے۔"

بیوی۔ "خیر میری ہی غلطی سہی تم خط تو ختم کرو۔"
منشی جی۔ "خط میں اب رہا ہی کیا ہو ہوتا ہے گا ختم۔"
بیوی۔ "اے تو اب اسے سلام دعا لکھ کر خط کی طرح ختم کر دونا۔"
منشی جی۔ "اب شام کو پورا کر لیں گے، دماغ چکا گیا، آنکھیں پھیرا گئیں۔"
بیوی۔ "شام تک کے لئے اٹھا کے رکھا تو گیا پھر سال بھر کو۔"
منشی جی۔ "یہ کیا بات ہوئی۔ ارے بھئی شام کو اسے پورا کر لیں گے کل صاف کر کے دوسرے کاغذ پر لکھیں گے اور بس اب کوئی کام بھی باقی رہا ہو۔"
بیوی۔ "خیر، اب مجھے تو صبر آ گیا کہ جا چکا یہ خط۔ (دروازہ پر دستک)
منشی جی۔ "دیکھنا کون ہے میں ذرا ہاتھ دھو لوں، تمام رنگ لگ گیا ہو۔"
(دونوں جاتے ہیں)



منشی جی نے دوا پی

منشی جی پڑے ہوئے زور زور کر رہے ہیں اور تمام گھر
ہائے ویلا سے سر پٹھا رکھا ہو کبھی کھاتے ہیں کبھی
اُن، آہ، اُکے نوسے بند کرتے ہیں۔ انکی بیوی آتی ہیں۔
بیوی۔ "بس لیٹے ہوئے ہائے اُکے جادو گے معلوم ہوتا ہو جیسے ان کو انوکھا
بخار آیا ہے۔"

منشی جی۔ "ارے۔۔۔ اُن۔۔۔ بخار کو کون مردود کرتا ہو۔۔۔ مگر یہ سرکا
درد۔۔۔ اہ اہ اہ۔۔۔"

بیوی۔ "تو درد کیا تمہاری اس پیچ پیکار سے چلا جائے گا۔ آخر یہ دوا کس دن
کے لئے لائے ہو؟"

منشی جی۔ "پھر لیا تم نے دوا کا نام۔۔۔ او ہو ہو ہو۔۔۔ اہ اہ اہ،
ارے میں مہراجاتا ہوں اس درد کے مارے۔"

بیوی۔ "اچھا میں دوا کا نام نہ لوں گی، مگر تم بھی اب سر کے درد کا نام نہ لینا،
تم نے تو سچ مچ بچوں کو مات کر دیا اس بڑھاپے میں۔"

منشی جی۔ "ارے۔۔۔ ارے رے رے۔۔۔ ذرا سر ہی دبا دو۔۔۔ او ہو ہو ہو"

بیوی۔ "دیکھو میں کتنی ہوں دوپائی لو، درد کم ہو جائے گا؛

منشی جی۔ "دوا۔۔۔۔۔ اونٹ۔۔۔۔۔ اونٹ۔۔۔۔۔ دوا کر ڈی ہوگی۔"

بیوی۔ "تو کیا ہوا، کر ڈی ہوگی تو ہوا کرے۔ دوا ہے کوئی مٹھائی تو ہے نہیں۔"

منشی جی۔ "کر ڈی ہوگی تو ہوا کرے۔ آہ۔۔۔۔۔ ہائے۔۔۔۔۔ کدیا تم نے

کر ڈی ہوگی تو ہوا کرے۔۔۔۔۔ ارے حلق سے کیسے اترے گی؟"

بیوی۔ "دوپائی کے فوراً کٹی کر لینا، پان کھا لینا، جلو بھٹی ہوئی۔"

منشی جی۔ "مگر۔۔۔۔۔ اُن۔۔۔۔۔ افوہ۔۔۔۔۔ ارے بڑا درد ہے۔"

بیوی۔ "ذبا تو رہی ہوں، مگر تم جب تک دوا نہ پیو گے یہ درد نہ جائے گا۔"

منشی جی۔ "اچھا۔۔۔۔۔ اچھا بھٹی اچھا۔۔۔۔۔ اُنٹ۔۔۔۔۔ اُنٹ۔۔۔۔۔ تو تم

پہلے چکھو دوا کو۔"

بیوی۔ "لو! درسنو، میں ابھی خاصی ہٹی کٹی، مجھے کیا پڑی ہو کہ دوا گولہ زاری

چکھوں۔"

منشی جی۔ "ارے چکھ کے بتاؤ کہ کیسی ہے۔۔۔۔۔ ہائے۔۔۔۔۔ تو ہے اللہ۔"

بیوی۔ "مہتاری تو بیماری بھی سوئی دنیا سے زالی ہوتی ہے، کسی کاسرام میں

بھی وہ حال نہ ہوتا ہوگا جو مہتارا ذرا سی حرارت میں ہو گیا ہو، اور پھر صاحبہ! اینس نہیں گے۔"

منشی جی۔ "یہ حرارت۔۔۔۔۔ اون ہوں ہوں ہوں۔۔۔۔۔ یہ حرارت ہوا ذرا

دیکھو تو سہی بھنک ہا ہوں بخار میں۔"

چنے بچنے ہیں۔ اسوقت کچھ کم ہے، مگر۔۔۔ اوف۔۔۔ اوف۔۔۔ اوف۔۔۔ اوف۔۔۔
 مگر یہ۔۔۔ ارے یہ سرکا درد۔۔۔ بھٹی سرکٹا جاتا ہو، ذرا زورت ارے۔
 ہاں۔۔۔ بس۔۔۔ یوں ہی دباؤ۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ ٹھیک ہو۔

بیوی۔ ”اچھا اب میرا کتنا مانویں دوا لائے دیتی ہوں، بی بی۔“
 منشی جی۔ ”ذرا۔۔۔ ذرا۔۔۔ میری نبض تو دیکھو، پل رہی ہے نا؟“
 بیوی۔ ”اے خدا نہ کرے کہ نہ چل رہی ہو، کیا سوئی منحوس زبان ہے۔
 دودن بھاڑ کیا آگیا کہ تم تو اور بھی سٹھیا گئے، اٹھو اب میں دوا لاتی ہوں۔“
 منشی جی۔ ”نہ۔۔۔ نہ۔۔۔ نہ۔۔۔ ابھی ٹھہرو۔۔۔ میرا کھانا معاف کر دو۔“
 بیوی۔ ”تو یہ ہے، اللہ، یہ آخر تم بک کیا رہے ہو؟“

منشی جی۔ ”نہیں کو ابھی طرح رکھنا۔۔۔“
 بیوی۔ ”بھٹی اللہ۔ آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے۔“
 منشی جی۔ ”اُسے مارنا دارنا نہیں۔“

بیوی۔ ”اب تم چپ نہیں ہو گے؟ میں جاتی ہوں یہاں سے۔“
 منشی جی۔ ”ٹھہرو۔۔۔ آہا۔۔۔ اُف۔۔۔ اوف۔۔۔ ارے ٹھہرو،
 میں چپ ہو گیا۔۔۔ بس۔۔۔“

بیوی۔ ”ذرا سی بات میں گھبرا جانا اور دوسرے کو گھبرا دینا تو ہمارا عیادت ہے
 یہ باتیں کرو گے مگر دوا نہ ہو گے۔ اٹھو اب نہ لاتی ہوں۔“

منشی جی۔ میں کیا کر رہا تھا۔ اُن۔۔۔ افوہ۔۔۔
 بیوی۔ ”بس یہی اُن اور افوہ کہ رہے تھے اور کیا کہتے، مو اکراہنے کا
 بھی ارمان ہے۔“

منشی جی۔ ”میری تو جان پر بنی ہوئی ہے۔۔۔ اُنہ۔۔۔ اور تم کمٹی ہو کہ
 ارمان ہے۔۔۔ اسی ہی ہی ہی۔۔۔ بیمار ہونا بھی مشکل ہے۔“
 بیوی۔ ”تو خدا نہ کرے بیماری ایسی نہیں ہے کہ تم زمین آسمان ایک کر دو
 اور اگر بیمار ہو تو دوا کیوں نہیں پیتے؟“

منشی جی۔ ”ارے بھئی۔ دوا۔۔۔ دوا۔۔۔ کئے جاتی ہو، اس دوا کے نام سہ
 اور بھی بیماری بڑھتی ہے۔“

بیوی۔ ”تو دوا نہ پیو گے تو اچھے کیے ہو گے ہجج بھیجہ خالی کر دیا تم نے تو۔“
 منشی جی۔ ”بس اب دُعا کرو، جل چلاؤ۔۔۔ جل چلاؤ سمجھ میں آ رہا ہے۔
 وہ مجھے کیا وصیت کرنا تھی تم سے۔۔۔؟“

بیوی۔ ”بھرو ہی ہشگونی۔۔۔ میں یہاں نہیں بیٹھ سکتی تم پڑے پڑے بکے جاؤ
 منشی جی۔ ”تم۔۔۔ اوہ۔۔۔ تم یونہی غصہ کئے جانا اور میں مرجاؤں گا۔
 تو وصیت بھی رہ جائے گی۔“

بیوی۔ ”دور پار۔۔۔ کیا اچھے لگے ہیں بیچارے ایسی باتیں کرتے ہوئے۔
 فوج بیوی۔“

منشی جی: "اچھا بھئی اچھا تو۔۔۔۔۔ تو وہ میں کیا کہہ رہا تھا تم سے۔"
 بیوی: "کچھ نہیں دوا مانگ رہے تھے۔"
 منشی جی: "ایں۔۔۔۔۔ دوا؟۔۔۔۔۔ دوا تو بھئی سخت کڑوی ہوگی؟"
 بیوی: "تو متا رہے لئے مزید دوا کہاں سے لاؤں۔"
 منشی جی: "نہیں۔۔۔۔۔ میرا۔۔۔۔۔ میرا مطلب یہ ہو کہ تم ذرا کچھ کے دیکھو تو دوا کو۔"
 بیوی: "اچھا متا رہی ہی ضد سی۔ لو میں بگور مار سی دوا بھی چکھے لیتی ہوں۔"
 منشی جی: "پہلے طشت لاؤ۔ اور۔۔۔۔۔ اور وہ۔۔۔۔۔ میں نے کہا۔۔۔۔۔
 جانے کیا کہہ رہا تھا۔"

بیوی: "کلی کے لئے پانی لاؤں۔؟"
 منشی جی: "ہاں ٹھیک ہو۔۔۔۔۔ ٹھیک ہو۔۔۔۔۔ کلی۔۔۔۔۔ ارے کلی کدیر پانی۔"
 بیوی: "میں سب لائے دیتی ہوں۔"
 منشی جی: "اور دو چار گلو ریاں۔۔۔۔۔ دوا کے بعد۔۔۔۔۔ گلو ریاں کھانے
 کے لئے بنا دو۔"

بیوی: "اچھا گلو ریاں بھی بنائیں گی تم کسی طرح دوا تو پیو۔"
 منشی جی: "ارے صاحب پہلے گلو ریاں بنا کر خا صدا ان میں رکھ دو پھر
 وہ جو ہوتی ہو نا کیا نام اسکا؟"
 بیوی: "کیا پیو۔۔۔۔۔؟۔۔۔۔۔ متا کو؟"

منشی جی۔ "ہاں۔۔۔۔۔ ہاں متباکو۔۔۔۔۔ متباکو مٹکاؤ۔ وہ جو۔۔۔۔۔ اس کی کھلاتی ہو۔"

بیوی۔ "زردہ۔"

منشی جی۔ "نہیں جی۔۔۔۔۔ بیماری میں نچپاتی ہو۔۔۔۔۔ ارے وہ ہوتی ہونا۔"

بیوی۔ "یا اللہ۔ جانے کونسی پہلی بچھا رہے ہیں۔۔۔۔۔ دانہ دار؟"

منشی جی۔ "لاحول ولاقوۃ۔۔۔۔۔ ارے صاحب۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔ وہی۔۔۔۔۔"

میں سرسٹ لوں گا اپنا۔"

بیوی۔ "تو ام تو نہیں؟"

منشی جی۔ "تو ام۔۔۔۔۔ تو ام۔۔۔۔۔ جانتی ہو اور پھر اتنی دیر جھکوبیکا رد کیا
اس بیماری میں۔"

بیوی۔ "اب تو ام کھاؤ گے؟ خود ہی کہتے ہو کہ سر میں درد ہے۔"

منشی جی۔ "پھر یاد دلادیا سر کا درد۔۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔۔ اُن۔۔۔۔۔ اُدوہ۔۔۔۔۔ اور درد؟"

بیوی۔ "لو اور سنو، اتنی دیر تک سر میں درد بھی نہ تھا، میں نے جو کہا یاد آگیا"

اب کون تمہاری بیماری کا یقین کر سکتا ہو؟"

منشی جی۔ "یقین نہیں کرتا تو نہ کیسے۔۔۔۔۔ میں جھوٹا ہوں۔۔۔۔۔ اِن۔۔۔۔۔ اِن۔"

انہ۔۔۔۔۔ میرا سر جڑا جو۔۔۔۔۔ اُن۔۔۔۔۔ اُدوہ۔۔۔۔۔ سر کا درد جھوٹا ہو۔"

بیوی۔ "یہ کون کہتا ہو کہ تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ مگر تمہاری باتیں ہی ایسی ہیں کہ"

اتنی دیر سر کا درد ہی بھولے رہے؟" (منشی ہے)

منشی جی۔ "ہنس رہی ہو۔۔۔ افوہ۔۔۔ تم ہنس رہی ہو۔۔۔ میں مر رہا ہوں

ارے اے اے۔۔۔ میں مر رہا ہوں اور تم ہنس رہی ہو؟"

بیوی۔ "اچھا خیر، تم ایسی باتیں زبان سے نہ نکالو۔ لو میں نے یہ تین چار

گلو ریاں بنا دی ہیں، اب اٹھ کے دوا پی لو۔"

منشی جی۔ "اور وہ۔۔۔ وہ قوام کہاں ہے۔"

بیوی۔ "قوام بھی لو۔۔۔ مگر تم اٹھ تو چکو کسی طرح۔"

منشی جی۔ "اور الا بچی بھی ہے۔ میں نہیں۔۔۔ میں۔۔۔ ات۔۔۔ افوہ

میں دوا نہیں پیتا۔"

بیوی۔ "یہ سب دوا نہ پینے کے بہانے ہیں۔ صاف صاف کیوں نہیں کھدیتے کہ

دوا نہ پیو گے۔"

منشی جی۔ "الا بچی دوا کے بعد سب کھاتے ہیں۔۔۔ مرزا جی تو دوا کے بعد

خدا جانے کتنی الا بچیاں چاڑھتے ہیں۔۔۔ آئیہ۔۔۔ آئیہ اے۔"

بیوی۔ "اچھا، یہ رکھی ہیں الا بچیاں بھی، اب اور کوئی بات سوچو۔"

منشی جی۔ "بھئی خدا کے لئے۔۔۔ ارے۔۔۔ اوہ۔۔۔ خدا کے لئے دوا

بکھ لو، کہیں منہ خراب نہ ہو جائے۔"

بیوی۔ "لو میں چکھ لیتی ہوں (دوا چکھتی ہو اور فوراً آج تھوکر پی کر ڈی

تو نہیں کچھ سیٹھی سی ہو۔"

منشی جی "سیٹھی؟ سیٹھی ہے۔۔۔۔۔ تو بھئی ہم نہیں پیس گے۔۔۔ اور تم نے
تو خود تھوکید سی؟"

بیوی "اے میں نے اسلئے تھوکید سی کہ دوسرے کی دوا موٹی نقصان نہ کھائے۔
منشی جی "اچھا تو اب اس۔۔۔۔۔ لے بھئی۔۔۔۔۔ اس ذکر کو ہٹاؤ۔۔۔۔۔
میں دوا نہیں پی سکتا۔۔۔۔۔ اُن۔۔۔۔۔ افوہ۔۔۔۔۔ سیٹھی ہے
کبخت۔۔۔۔۔ سیٹھی نہ کھٹی۔۔۔۔۔ سیٹھی۔"

بیوی "اے تو کر دی تو نہیں ہو، سیٹھی ہے تو تمہارا کیا لگی۔"
منشی جی "اوں ہنہ۔۔۔۔۔ میں نہیں پی سکتا، تم تک سے تو پی نہیں گئی۔"
بیوی "اچھا تو چولھے میں ڈالو موٹی دوا کو اور پڑے ہوئے ایرٹیاں گڑ
میں تو ڈولی منگا کے جاتی ہوں نغیہ کے ہیاں، تم جانو اور تمہارا کام۔"
منشی جی "ایں۔۔۔۔۔ مجھ کو بیمار چھوڑ کے جاؤ گی۔۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔ اچھا ہی
لاؤ دوا،۔۔۔۔۔ خفانہ ہو۔۔۔۔۔ مگر میں کیسے پیوں، یہ سیٹھی دوا ہے۔"

بیوی "آنکھیں کرو بند اور سانس روک کے بس غٹ سے پی جاؤ، چلو چھٹی ہوئی۔"
منشی جی "یعنی سانس بھی بند کروں۔۔۔۔۔ ناممکن ہو۔۔۔۔۔ بھئی مجھ سے نہیں ہو سکتا۔"
بیوی "سانس بند کرنے کی ترکیب یہ ہو کہ ناک بند کر دو۔"

منشی جی "آنکھ بنا کر دناک بند کر دو۔ سانس بند کر دو۔ تم ایک دوا بند نہیں
کر سکتیں اور میں ہی سب کچھ کروں۔۔۔۔۔ آئیہ۔۔۔۔۔ ارے تو یہ ہو۔۔۔۔۔"

قبر ہے میرے اللہ۔۔۔ اچھا۔۔۔ اچھا آدھی تم پیو، آدھی میں۔۔۔
 بیوی۔۔۔ سچ میخ دماغ چکرا دیا۔ خدا نہ کرے کہ تم ایسے مریض کی تیمارداری
 کوئی کرے۔ اچھے بھلے کو تم خود بجا رڈال دو میں بوجھتی ہوں کہ تم کو دوا پینا ہو کہ نہیں؟
 منشی جی۔۔۔ پھر۔۔۔ اے اے اے۔۔۔ پھر خفا ہو گئیں، بیماری میں تو خفا
 نہ ہوا کرو۔ ذرا سی دوا پنی لو تو میں بھی پی لوں۔۔۔

بیوی۔۔۔ مجھے معلوم ہوتا کہ تمہارے ساتھ دوا بھی پینا پڑے گی تو دو نسخے
 بند دھواتی، ایک اپنے لئے اور ایک تمہارے لئے۔ بچوں کو کوئی کیا کہے
 جب بڑھاپے میں یہ حال ہے۔۔۔

منشی جی۔۔۔ اچھا تو دیکھو میں دوا پیتا ہوں۔۔۔ پیتا ہوں۔۔۔ مگر۔۔۔ مگر
 کبھی تھوڑی دیر میں پی لیں گے۔۔۔

بیوی۔۔۔ نہ بیو تم۔۔۔ کتوں کی طرح بھونکواتے ہیں۔ باگل بنا کے رکھ دیا ہو۔
 واہ۔۔۔۔۔ (جاتی ہیں)

منشی جی۔۔۔ ارے چلیں کہاں۔۔۔۔۔ لو لو۔۔۔ میں پے لیتا ہوں۔۔۔
 اب آکے ناک تو پکڑو میری۔۔۔

بیوی۔۔۔ بیو تم۔۔۔ میں ناک بھی پکڑ لوں گی کسی طرح بیو تم دوا۔۔۔
 منشی جی۔۔۔ بانوں کا وہ۔۔۔ کیا نام خاص دان ادھر بڑھاؤ؟
 بیوی۔۔۔ لو۔۔۔

منشی جی: "قوام کہاں ہے؟"

بیوی: "یہ رہا۔"

منشی جی: "الابچی وغیرہ کدھر ہے؟"

بیوی: "الابچی بھی یہ رہی۔"

منشی جی: "ہاں۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔ میں نے کہا ذرا غور سے کچھ کے مزاج کا دیکھو؟"

بیوی: "پنی چکے نم دوا، اور پلاچکی میں۔"

منشی جی: "اے نہیں بھئی۔۔۔۔۔ بی تو رہا ہوں۔۔۔۔۔ وہ ہوکتی۔۔۔۔۔ دکھاؤ دراجھو۔"

بیوی: "یہ دیکھو اتنی سی بوئی دوا کی خوراک ہو، اسکا یہ جھگڑا ہو رہا ہے۔"

منشی جی: "بھئی یہ تو سخت بد صورت ہو، یہ فام کہیں کی۔"

بیوی: "تو کیا تم کو دوا سے شادی کرنا ہو جو صورت دیکھئے ہو گوری کی۔"

منشی جی: "مذاق کرتی ہو۔۔۔۔۔ افوہ۔۔۔۔۔ ارے۔۔۔۔۔ ارے رے رے"

بیوی میں: "مذاق۔۔۔۔۔ مذاق کر رہی ہو؟"

بیوی: "میں مذاق کر رہی ہوں یا تم اتنی دیر سے دوا تک کو مذاق بنائے"

ہوئے ہو، اب تک تو دوا اثر بھی کر چکی ہوتی۔"

منشی جی: "اچھا تو مطلب کیا ہو متارا۔۔۔۔۔ دوا پنی لوں۔"

بیوی: "اور نہیں تو بن کیا کہہ رہی ہوں اتنی دیر سے۔"

منشی جی: "اچھا ٹھہرو ذرا۔۔۔۔۔ ابھی ناپا ہوں۔۔۔۔۔ یہ تباؤ کدھر کھانے کو کیا تباہ؟"

بیوی۔ "صرت دودھ بتایا ہوا اور کیا بتاتے؟"
 منشی جی۔ "بس خالی دودھ۔۔۔۔۔ اُس مرتبہ تو پھل بھی بتائے تھے۔"
 بیوی۔ "اُس مرتبہ اور بات تھی ابکی پھل نہیں بتائے۔"
 منشی جی۔ "تو پھر۔۔۔۔۔ میں نے کہا کہ تو پھر فائدہ کیا ہوا بخار آنے سے؟"
 بیوی۔ (ہنس کر) سچ مچ عجیب طبع کی مہارسی باتیں ہوتی ہیں۔ اے کیا کوئی
 فائدہ کے لئے خود سے بخار چڑھا لیتا ہو اس مرتبہ پھلوں کی وجہ سے تم بیکار کینٹو
 سات آٹھ دن پلنگ پر پڑے رہے، ابکی جلدی سے پلنگ تو چھوڑ دو گئے اچھا
 اب دوا پی لو۔

منشی جی۔ "اب تو دوا اور بھی نہیں پی جائے گی۔ میں تو سیب، سنتروں اور۔۔۔
 اور۔۔۔۔۔ کیا نام۔۔۔۔۔ وہ انگور کا انتظار ہی کر رہا تھا۔"

بیوی۔ "ابکی دفعہ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ کھانسی بھی ہو اسلئے پھل نہ دیے جائیں۔"
 منشی جی۔ "ارے۔۔۔۔۔ ارے بھئی تو کسی اور ڈاکٹر کو دکھایا ہوتا مجھے۔ بغیر
 پھلوں کے تو اور بھی کمزور ہو کر رہاؤں گا۔ اچھا کھن اور سبکٹ وغیرہ۔"
 بیوی۔ "کہہ تو دیا کہ بس دودھ۔ دودھ کے سوا کوئی چیز نہیں۔"

منشی جی۔ "غلط ہو،۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ میں ایسا علاج کرنے سے باز آیا۔۔۔۔۔ بیٹا!۔
 یہاں سے یہ دوا۔"

بیوی۔ "اچھا تم دوا پی لو میں شام کو پھر پھلوں کے لئے بچھوڑاؤں گی۔"

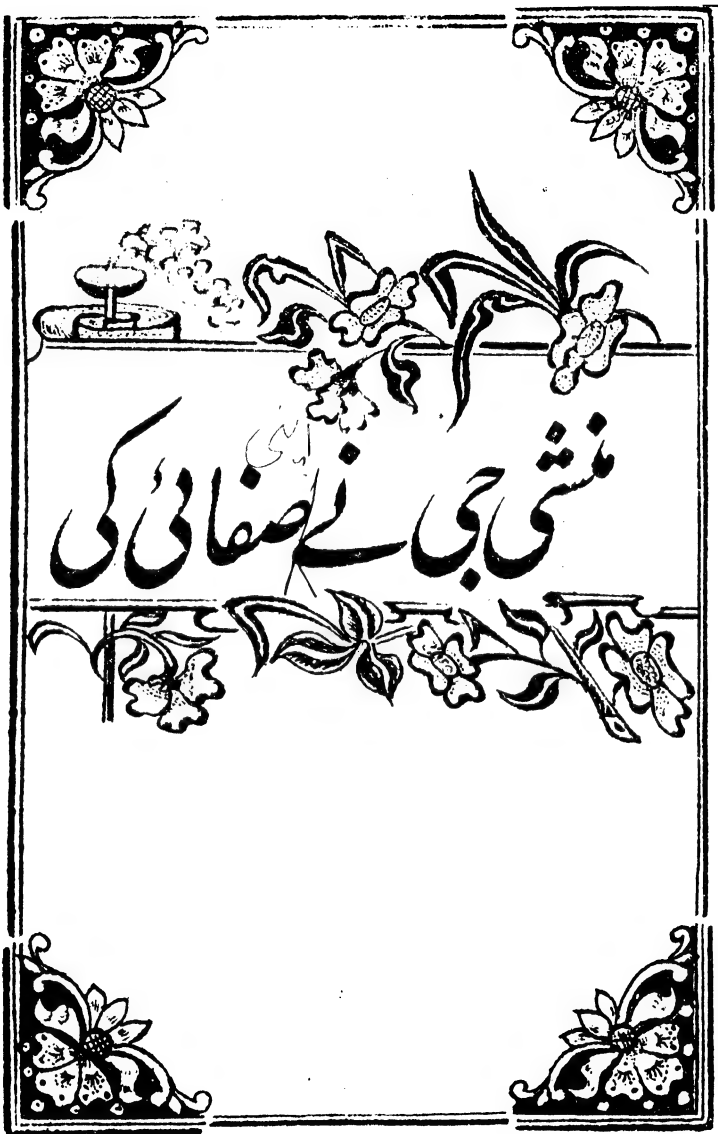
منشی جی: "بیاری سے بھی طبیعت اُچاٹ کر دی تم نے۔۔۔ الاحول ولاقوة"
 بیوی: "تو اب تم نے بٹے کر لیا ہو کہ دوا نہ بیو گے۔ میں سچ کہتی ہوں کہ نفسیہ
 کے ریاں چلی جاؤں گی اور اس عذاب سے منہ چُرا کے ٹھہر رہوں گی۔"
 منشی جی: "تو اب دوا کس بات کی۔ بخار تو تم کہتی ہو کہ ہے نہیں؟"
 بیوی: "اور پھر ہائے دینا کا ہے کی ہے؟"

منشی جی: "اصل میں تو بھوک سی لگ رہی ہے؟"
 بیوی: "بھوک تو متاری ہو گئی ہو دیوانی۔ دودھ کو تو لاؤں تھا لے لے؟"
 منشی جی: "بھئی دودھ سے تو طبیعت گھبراتی ہو۔ اب تو میں اچھا ہوں بالکل۔"
 بیوی: "اسی لے کہتی ہوں کہ دوا پی لو کہ بخار نہ چڑھے۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ
 بخار اُتر گیا تو میں پھلوں کا عرق اور ہلکے لکٹ تبادوں گا۔"
 منشی جی: "تو بخار اب کس نامعلوم کو ہو۔ اور کون مردود دکتا ہے کہ بخار ہو؟"
 بیوی: "سر میں درد تو ہے اب تک؟"

منشی جی: "سر میں درد۔۔۔۔۔ سر میں درد تو بخار کے ساتھ بھی نہیں تھا۔"
 بیوی: "لے ہے، ابھی سر کے درد میں پڑے تڑپا ہے تھے اور اب اس سے
 انکار ہے؟"

منشی جی: "تو گویا میں جھوٹا ہوں۔۔۔۔۔ کیوں۔۔۔۔۔ چلی ہیں وہاں سے
 سر کے درد کی نعمت رکھنے؟"

۲۲



منشی جی نے صفائی کی

(منشی جی جھاڑن سے کچھ جھاڑتے جاتے ہیں)

(اور بڑبڑاتے جاتے ہیں)

منشی جی: (خود اپنے سے) توبہ۔ توبہ۔ یہ گھر تھوڑا سی ہے۔ کوڑا خانہ ہے۔ لاٹول ملاؤ۔
منوں گرد ہو۔ (گرد تھوکتے بھی جاتے ہیں) نہ۔ نہ۔ کخ تھو (آواز دیکر) ارے
اب نہا بھی چکو۔ اکیلا میں کیا کیا کروں؟

بیوی: (آتے ہوئے) توبہ ہو اللہ۔ موانہا بھی تم نے دشوار کر دیا۔ اور یہ
سب چیزیں یہاں انگنائی میں کیوں ڈھیر کرائی ہیں۔

منشی جی: ذرا میری صورت دیکھو معلوم ہوتا ہے قبر سے نکلا ہوں کفن بھاڑ کر
توبہ۔ توبہ۔ یہ ہمارا گھر ہے یا کباڑ خانہ؟

بیوی: تو آخر مطلب کیا ہے تمہارا جو یہ دکان لگا کر بیٹھے ہو۔

منشی جی: یہ دیکھو۔ یہ بابا جان مرحوم کی تصویر ہے۔ صندوق کے نیچے پڑی

تھی ان کی قبر بھی اتنی مٹی نہ پڑی ہو گی جتنی اس تصویر پر جمی ہوئی ہے۔

(جھاڑتا ہے) توبہ۔ توبہ۔ توبہ۔ ان کی رُوح بھی کتنی خوش ہو گی کہ تصویر کی

یہ گت ان کی اولاد نے بنا رکھی ہے۔“

بیوی: ”اے ہے تو کیا اسے میرے دوپٹے سے صاف کرے ہو۔ یہ آخر آج صفائی کی کیا سوچھی ہے۔“

منشی جی: ”یہ بھی سیری خطا ہو کہ صفائی کر رہا ہوں۔ ذرا دیکھو تو اس گھر کا کیا حال ہے۔ اگھوری بھی تو اس طرح نہ رہتے ہوں گے۔“

بیوی: ”صفائی و فانی تو خیر تم کر چکے۔ ہاں سارا گھراٹ پلٹ کے میرے سر پہ ڈھیر کر دو گے اور کچھ نہیں۔ مجھے تو نہی سارا کام کرنا ہو اور تو تم بھگڑا لے بیڑ منشی جی۔“ مٹاے یہاں تو نیکی کا بدلہ ہمیشہ اسی طرح ملا۔ میں نے کہا کہ میں گھر کو صاف کر کے آئینہ بادوں جو دیکھے گا متاری ہی تعریف کریگا، مگر تم کو تو جیسے ضد ہو کہ میں کہوں دن تو تم دن کو بھی رات کہہ دو گی، میں بوجھتا ہوں کہ آخر صاف ستھرے بن سے تم کیوں گھبراتی ہو۔ لاؤ ذرا اٹھا کے وہ۔۔۔۔۔ وہ ارے بھٹی منہ تک ہی ہوتا ہی نہیں ہو کہ میں کیا مانگ رہا ہوں؟“

بیوی: ”میں تو یہ سمجھ رہی ہوں کہ آخر یہ سب چیزیں ٹھکانے سے کیونکر رکھی جائیں گی۔ اور کیا آخر یہ موٹے لحاف، تو خشک سب ہی نکال کے میری جان پر کیوں ڈھیر کئے گئے ہیں؟“

منشی جی: ”کیا کہا؟ لحاف تو خشک۔ ذرا دیکھو تو آگے بڑھ کے ہر لحاف میں چار سیر روٹی ہے تو آٹھ سیر سے کم کر دے بھی نہیں ہو، اور تم کہتی ہو کہ لحاف

تو شک کیوں نکالے، مائے قابلیت ہی کے بجا بری پریشان ہیں۔ یہ شرفار کے اڈر سنو کے لحاف اور یہ بھلے آدمیوں کے بچانے کی تو شکیں ہیں۔ یہ سب ہتھاری انتظامیہ کی بیوی۔" اچھا اچھا۔ مجھے تو اب ہمارا انتظام دکھانا ہے جو ہمینہ بھر میں بھی یہ خبریں ٹھکانے سے رکھ لو تو نام بدل دینا میرا۔"

منشی جی: "کیا مطلب ہمارا۔ ذرا دیکھو، پتھیں میری قسم ذرا اس گھڑی کو تو دیکھو، کیا گت بنی ہو اسکی۔ دادایاں کے وقت میں ٹھیک ہی۔ والد صاحب کے زمانے میں اچھی خاصی تھی مگر اب تو ہے ہمارا راج۔ کوئی بھی اسکو گھڑی کہہ سکتا ہو (بھونکتا ہو) تو بہ۔ تو بہ۔ نہ چھوٹی سوئی دکھائی دیتی ہو نہ بڑی۔"

بیوی: "سوئی ٹوٹی ٹھیکرا۔ اب ہو وہ کس کام کی۔ ابا جان ہی کے وقت سے خراب ہوئی ہو۔ تم آخر یہ آخر بڑور کے بیٹھ کیوں گئے؟"

منشی جی: "بیٹھ اسنے گیا ہوں کہ میرا دماغ خراب ہو گیا جو کبھی تم کو بھی ہوش آیا تھا اس کاٹ کباڑ کو ٹھکانے سے لگانے کا۔ بس تمکو تو میرے کام میں عیب نکالنا آتا ہے اور خود کیا مجال کہ کبھی بھی ہلا لو ناک پر بیٹھی ہوئی۔"

بیوی: "اچھا دیکھو میں کہے دیتی ہوں کہ ایک چیز بھی باہر پڑی نہ رہے۔ سب نام ہی کو رکھنا ہو گا۔ میں نہائی دھوئی ہوئی اب یہ سوئی خاک نہ بھاگ گئی سمجھتے کہ نہیں۔"

منشی جی: (کچھ جھارٹے ہوئے) تو بہ۔ تو بہ۔ یہ آخر ہے کیا بلا دیکھنا ذرا

کیا آخور ہے؟“

بیوی۔ ”اے پہنے دولہے یونہی اسیں جو لکھے کے لئے چھوٹی مٹی رکھی ہے۔“
منشی جی۔ ”واہ واہ واہ۔ کیا کیا اور چیزیں آپنے بھی جمع کر رکھی ہیں۔۔۔ یہ رہی
وہ کھڑاؤں جسکو ڈھونڈنے کے لئے کنز میں بانس تکٹے لے گئے۔ مگر اسکے
ساتھ کی دوسری کہاں ہے؟“

بیوی۔ ”جہاں سے یہ نکالی ہے وہیں وہ بھی ہوگی؟“
منشی جی۔ ”یہ تو اس بڑے صندوق کے نیچے پڑی تھی۔“ اگر دُڑنے کیلئے کھینچو
مارتا ہے)

بیوی۔ ”تو بے قلم مٹی میرے منہ پر آکر پڑی ہوئی۔“
منشی جی۔ ”خیر ہوگا۔۔۔ خاک میں۔۔۔ خاک دانگیر ہے۔۔۔ اونہ جانے
کیا ہے شعر۔۔۔ خیر جانے دو۔۔۔ تو وہ میں کیا چیز ڈھونڈ رہا تھا۔۔۔
یہ تو آپ کی کوئی چیز ہے شاید۔“

بیوی۔ ”ماہی تو اسے اسے رکھو ادھر۔ اور وہ بھی اُٹھا دو سیونیاں کچھلنا۔“
منشی جی۔ ”اے یہ لو۔ اور یہ بھی لو۔ یہ کیا ہے۔ اسکا سیدھا لٹا کیا ہے۔“

منشی جی۔ "مگر یہ ہے کیا کچھ حقہ معلوم ہوتا ہو، اور کچھ ڈول سا ہے آخر یہ کیا؟
بیوی۔ "پانی چھڑکنے کا ہزارہ ہو۔ اور اسکی ٹوٹی کیا ہوئی؟"

منشی جی: ”سبحان اللہ، کیا خوب ہزارہ ہو جاگل۔۔۔ دیکھنا یہ تو نہیں ہو ٹوٹی“
 بیوی: ”یہ تو مشین میں تیل دینے کی کچی ہو۔ لاؤ یہ مجھے دیدو۔“
 منشی جی: ”یہ کونسا جانور ہو۔ ذرا کوئی لکڑھی دینا مجھے۔“

ہیومی۔ "جانور کیا ہے؟

”نفسی جی۔“ وہ دیکھو نا مگر مجھ کی طرح دانت نکالے بیٹھا ہے۔“

بیوی۔ "تو بہ ہوتم سے بھی ٹوٹا ہوا جوتا ہے موالینٹھ کے رہ گیا ہے"
منشی جی۔ "تو یہ کسی عجائب خانہ میں بھجوا دونا۔ آخر یہ سو غایتیں گھر میں کیوں
رکھ لی جاتی ہیں حفاظت سے۔"

بیوی: ”دکھنا اس پیسے میں کیا ہے؟“

مفتی جی۔ اور پروگروہ، اندر کا علم خدا کو ہو۔ افوہ۔۔ ایک تو گرمی
اور پے یہ گرد تمام مٹی میں چپ کے رگیا ہوں۔۔۔ ایں۔۔۔ ہیں تو۔
یہ کیا رکھا ہے اس بیٹے میں؟

بیوی۔ ”ٹھیک ہے بھونہ ہر بند کردو اسے یونہی۔ یہ تو ٹوکرا ہر شیشیوں کا۔“
منشی جی۔ ”اسے جا کے رکھو نل کے نیچے۔ سبیشیاں صاف کر کے رکھو گے۔“
ایک قطار میں تین دمی جائیں گی سب کی سب چھوٹی الگ الگ ڈبئی آگے۔“

بیوی۔ ”رکھ چکے تم چُن کے شیشیاں اب یہ سب ہتر بتر ہو کے رہیں گی۔“
 منشی جی۔ ”سچا سُنو کہہ دیا کہ کام کے وقت نہ ٹو کا کرو۔ مگر وہ تو عادت ہے
 تمہاری اب میں ہی لیکے جاؤں شیشیاں تو جائیں۔ ذرا تھیں میری تم
 اس باہی میں منہ ڈال کے دیکھو۔“

بیوی۔ ”موٹی ٹوٹی ہوئی تو ہے ہی اب کھوں کیا ایسے۔“
 منشی جی۔ ”چودہ طبق روشن دکھائی دیتے ہیں اسیں بھلنی ہو کے رگٹی ہو اور
 رکھی گئی ہو سطح جیسے کسی شاہی خزانہ کی ہو باہی۔ تمہارے گھر میں کام سے زیادہ
 بے کام چیزیں ہیں۔ یہ اس تھیلی میں کیا ہے؟“
 بیوی۔ ”کوئی تھیلی۔۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔۔ اسیں دیکھنا آخر ٹ تو نہیں ہیں میں
 کہیں رکھ کے بھول گئی ہوں۔“

منشی جی۔ ”بھول تو تمہاری جھکو بھی مات کئے ہوئے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیے۔
 یہ آخر ٹ ہوتے ہوں گے آپکے ہیاں؟“

بیوی۔ ”ٹھیک ہو ٹھیک ہو یہ تو آنو لے ہیں سر دھونے کے لاؤ تھیلی بچھو۔“
 منشی جی۔ ”اچھا اب ڈ ذرا کو ٹھری میں سے کس وغیرہ کپڑ والو۔“
 بیوی۔ ”اب موئے کس بھی سرے سر ریڈیر کئے جائیں گے؟“
 منشی جی۔ ”پھر وہی۔ بھئی اللہ جانا ہو سخت کاہل ہو۔ کبسون کو نکال کر
 بھاڑو دیدی جائے اور پھر سب چیزیں قرینہ سے لگا دی جائیں تو آخر میں

متارا کیا نقصان ہے۔“

بیوی: ”یہ متارے بس کاروگ نہیں ہو۔ کل سویرے سے ایک مزدور لگا کر کوٹھری

کمرہ، دالان سب صاف کرادینا۔“

منشی جی: ”بھئی اب مزدور کی تیج لگانی آخر اگر میں یہ کام اپنے ہاتھ سے کروں گا تو کونسی ہاتھوں کی ہندی چھوٹ جائیگی اور کونسا میری شان میں بے گناہ لگا جائیگا۔ اپنا کام اپنے ہاتھوں ٹھیک کرتا ہوں۔“

بیوی: ”سب چیزیں نکال کے تو تم ڈھیر کر دو گے مگر پھر ایک چیز بھی ٹھکانے سے نہ رکھو گے۔“

منشی جی: ”اچھا خیر۔ دیکھ لینا تم کو کیا جنگل بجانے میں گھر کو آئینہ کی طرح صاف کئے دیتا ہوں۔۔۔۔۔ یہ ہٹاؤ بیچ میں سے یہ کیا رکھا ہو۔ یہ متارا ہی کچھ سامان آرائش ہو گا؟“

بیوی: ”فوج میرا سامان آرائش ہو، موٹی ٹوٹی ہوئی گھڑونچا ہو جس میں سو ٹوٹی ہے یونہی پڑی ہے۔“

منشی جی: ”یہ گھڑونچا ہو۔ ہاں ٹھیک ہو۔ اب معلوم ہو رہی ہو کچھ گھڑونچا نہ۔۔۔۔۔ اچھا اسے ادھر رکھو کل ٹھیک کرائی جائیگی اب میں گھر کو ذرا باقاعدہ حالت میں رکھنا چاہتا ہوں۔ مرزا جی کا گھر دیکھو تو آنکھیں کھل جائیں اور ایک یہ ہمارا گھر ہو جیسے مال گد ام ہو کسی کباڑیے کا۔ (قدموں کی چاپ)

بیومی: "تو اب دالان میں کہاں گھسے جاتے ہو۔ (منشی جی لوٹتے ہیں)
منشی جی: "ایں۔۔۔ لاجول دلاقوہ۔ اپنے نزدیک کو گھڑی میں جارہا تھا۔
بکس نکلو انے۔ تو اب نکلو لو تا بکس وغیرہ۔"

بیومی: "بکس بھی نکل آئیں گے۔ پہلے اور چھوٹی چھوٹی چیزیں تو نکالو۔ وہ دیکھو
کھڑکیوں پر کیا کیا چیزیں لٹکی ہیں؟"

منشی جی: "ٹھیک ہو۔ لو یہ طوطے کا بجرہ۔ بجرہ ہے نا، یہ کھر کی بھی غالب
کردی اسکی۔ یہ لو گھڑی، اور یہ۔۔۔۔۔ یہ کیا ہو۔۔۔۔۔ ناخستہ دان ہو شاید۔
بھٹی ماشا، اللہ۔ کیا گت بنائی جو تم نے میری اس انگریزی ٹوپنی کی آخر
یہ بیاں کیوں رکھی گئی ہو اور میں ہوں کہ دھوپ کھاتا پھرتا ہوں۔"

بیومی: "میں نے تو بیاں لاکے چھپا دی تھی کہ جب دیکھو موٹی کو اور دھو ہوئے
بھرا کرتے تھے اور اچھے خاصے وہ جو خط ڈالنے کا ہوتا نہیں ہو سوا۔۔۔۔۔"
منشی جی: "جی ہاں۔ لٹر بکس۔۔۔۔۔ میں لٹر بکس معلوم ہوتا ہوں یہ ٹوپنی ہنکار؟
کیا خوب؟"

بیومی: "تو اب موٹی کو پھینکو اور اٹھاکے سر پر اندر دھالی۔ ہزاروں من تو
اس میں مٹی ہو اور تم پہنے کھڑے ہو۔"

منشی جی: "تم ذرا آئینہ لاؤ۔ یہ تم نے جو لٹر بکس کا الزام لگایا ہو میں اس کا
ابھی فیصلہ کروں گا۔"

پٹلی ٹنگی ہو۔ ہاں یہی۔"

فلشی جی۔ "یہ کونوں کی پٹلی ہو۔ کیا کہنا ہے۔ میں سمجھا تھا کہ اس میں کم سے کم زراعت کے پتھان بندھے ہوئے وہ جو ہونا مثل۔ کوسلے لٹیں۔۔۔"

بیومی۔ "کیا کوسلے لٹیں (فلشی جی) لکھ لے اور کونوں پر مہر۔"
فلشی جی۔ "وہی مطلب ہو میرا۔ آخر یہ کونسی اتنی قیمتی چیز تھی۔ اور اس گھڑی میں کیا ہے؟"

بیومی۔ "یہ۔۔۔ اس میں شاید وہی پُرانی خبریاں ہو گئی جو تم نے رکھوائی تھیں۔"
فلشی جی۔ "ایں یعنی وہ یہاں پڑی ہیں؟ میں نے تمام میں ڈھونڈ ڈالیں پارساں سے ڈھونڈ رہا ہوں انیس سے ایک خبری میں میری تالہ بچ پائش لکھی ہوئی ہے اسکی ضرورت تھی۔"

بیومی۔ "ہاں ہاں تو کیا ہوا۔ میں نے سب کہاں بانڈھ کر یہاں ٹانگ دی تھیں اب کھودوئی گھڑی۔ تو یہ جو کتنی دھول ہو۔ تم اسے کھول کیوں نہ ہو؟"
فلشی جی۔ "کھول اسلے رہا ہوں کہ اب بھی عمر کا پتہ چل جائے جو کوئی پوچھتا ہو مجھے اُسٹ کر رہ جاتا ہوں، تم کیا جانو گھر کی بیٹھنے والی کہ کقدر شرمندگی ہوتی ہے اس بات پر۔"

بیومی۔ "اے تو پھوڑی دیر میں دیکھ لینا، یہ موا کھڑاگ تو کسی طرح صاف ہو جائے؛"
فلشی جی۔ "وہ تو ہوتا ہی ہے گا۔ آخر وہ ہے کس سنہ کی خبری؟"

بیوی۔ "یہ سب کاٹ کباڑ میرے سر پر اٹھا کے پھیلا دیا اور اب بیٹھے دیکھ رہے ہیں
 جنتری میں کتنی ہوں کہ اگر آدھ گھنٹہ اور اپنی عمر کا پتہ نہ چلا تو یہ سب یونسی پڑا رہیگا
 اور مومے پانی بوندی کے دن۔ رات کو پانی برس گیا تو پتہ چلے گا۔"
 منشی جی۔ "لاحول ولاقوة ذرا چپ تو رہو۔ وہ۔ میرا پیدائش کا زمانہ تھا۔
 جب دُندارتارہ نکلا ہے۔ کبھی خدا کے لئے تم ہی بتاؤ۔ یہ تاریخ کی نام نہ ہو۔"
 بیوی۔ "لو اور سنو۔ میں بتاؤں ان کو خود ان کا نام۔ سچ مچ تم اب بالکل ٹھیک ہو
 منشی جی۔ "تاریخ کی نام بھی تو اسی جنتری میں لکھ دیا تھا۔ سب خبریاں دیکھی جائیں
 تو پتہ چلے۔"

بیوی۔ "مونی کتابوں میں دیکھ نکٹ لگ گئی ہے۔"
 منشی جی۔ "یہی تو مجھ کو فکر ہے کہ اگر پیدائش کی تاریخ بھی دیکھا جائے گی ہو تو
 بس گویا ہے ہم یونسی کہ خود اپنی عمر بھی عمر بھر نہیں معلوم ہو سکتی۔"
 بیوی۔ "یہ کام ہو اطمینان سے ٹھیک سوچنے اور کتابوں کو غور سے دیکھنے کا۔ اسی لئے تو
 کہہ رہی ہوں کہ اس وقت بسنے دو۔"

منشی جی۔ "اچھا بھئی لو۔ یہ کتابیں اٹھا کر یونسی لکھ دیرے پلنگ لنگ پر کہیں۔ اور یہ
 کیا چیز ہے۔ ذرا دیکھنا اسے یہ کیا ہو؟"

بیوی۔ "اے یہ مونی گاڑی جو شبن کے چھپن کی اسی سے تو چلنا سیکھا ہو اُسے۔"
 منشی جی۔ "تو اب پھینکنا اسے کیا کسی اور بچے کے لئے سینٹ کر رکھی گئی ہے؟"

بیومی۔ ”جلو ہٹو مجھے یہ باتیں اچھی نہیں لگتیں! اب قبر میں ہو گا۔ وا۔“
 منشی جی۔ ”خیر خیر، بڑا نانا اس وقت جلدی سے سب چیزیں سمٹوا لیں اور پھر دکھایا جائیگا۔ تو اب
 نکلواؤں یہ یکس غیرہ۔ یہ کیوں شاید یہ تصویر کا یہ جو کھٹا ہو (دھول بھونکتا ہو) مگر نہیں یہ تو کسی
 تصویر ہی ہو۔ نندا کیسنا یہ ہو کون جنگلی سا۔“

بیومی۔ ”جنگلی سا، جنگلی کون ہوتا دیکھوں تو۔“
 منشی جی۔ ”لو بھی اسے معلوم نہیں کہ تصویر ہوتا ہے کسی غریزہ کی ہو تصویر۔“
 بیومی (ہنسی کے ملے لوٹ کر) جنگلی۔۔۔ ہا ہا۔۔۔ کھینکے ہو۔ (ہنسے جاتی ہو)
 منشی جی۔ ”ارے صاحب میں ہی دل لگی کا موقع نہیں ہو چکا اسے رکھو۔“
 بیومی۔ (ہنسی جاری کھل کر) مگر پانا آئینہ جو اپنی ہی صورت دکھائی (ہنسی ہو) اور۔۔۔ اور۔۔۔
 جنگلی کدیا۔۔۔ خود اپنے کو جنگلی۔“

منشی جی۔ ”آئینہ ہو۔ خیر۔ میں سمجھا تھا تصویر ہوگی! چھاب ہو چکا مذاق۔ یہ تو میرے حق کے نیچے
 کی یہ قدر کی ہو تم نے معلوم ہوتا ہو کہ اونٹ کا ڈھانچہ ہو کجنت۔“

بیومی۔ ”اب ایک بات مانو میری کہ صندوق و صندوق نہ کالو اس وقت تو نہی صفائی ہو جائے تو ٹھیک ہے“
 منشی جی۔ ”یہ کیا بات ہوئی ہے مجھے یہی بے تکاپن اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ کام کیا جائے تو وہ بھی
 ادھورا۔ کبھی تم سو کام نہیں ہوتا تو جانے دو میں خود کروں گا سب کچھ۔ تم بخشو۔“

بیومی۔ ”اے تو میں اپنے لئے نہیں کہہ رہی ہوں تیری ہی جہ کہتی تھی کہ تھک بھک میں بخار
 نہ چڑھا لینا ابھی بیماری ہو اٹھے ہو۔“

منشی جی۔ "بیاری تھکنے سے نہیں اس گندگی سے ہوتی ہو جو تم نے اس گھر میں پھیلا رکھی ہو کسی بات کا ڈھنگ ہی نہیں ہو۔"

بیومی۔ "بس گندگی پھیلاتی ہوں کیوں؟۔۔۔ ہر چیز دن بھر اٹھا اٹھا کے رکھتی رہتی ہوں اور تم ہی نہ بھر ٹھکانے سے لگی ہوئی چیزوں کو بے ٹھکانے کرتے پھرتے ہو۔ چلو اس سے مجھے بے ڈھنگا کہنے اپنی اپنی دوسریں پر گوانی۔"

منشی جی۔ "اچھا! قبو معاف بھی کر دو تمہارا آخر طلب کیا ہو نہ کروں صیفائی وغیرہ؟"

بیومی۔ "میں کیا جانوں کرو صیفائی یا نہ کرو میں تو ایک بات کہہ کر گھبرا جاتی ہوں میں بڑھٹلی میں تو کسی ٹھنگ والی سے کیوں کرنی چاہی جو چپکاتی تو سہی نہ تلو بھی مزا۔"

منشی جی۔ "پھر وہی جی چاہتا ہو کہ اپنا سرے ماروں ان ہی کے گھر کا کام کرو اور صاحب ان ہی کے یہ غرے بٹے بھی ہو لا حول لا قوۃ۔"

بیومی۔ "اے میرا گھر کیوں ہوتا گھر متا رہا اب سے سنبھالو یا کسی اور ڈھنگ والی کے سیر کرو۔ نا بیومی بھر پایا میں نے۔ ایسا مالا ہو سکا کہ دن رات اس موٹی گھداری میں مرا کرتی ہوں نہ کھانے پینے کا ہوش نہ بڑے لئے کی فکر، ارمان رہ گیا کہ کبھی تو کسی بات کی تعریف بھی کرتے۔"

منشی جی۔ "بھئی سخت نازک مزاج ہو تم، ایک بات کی ٹانگ کپڑی اور بس ایسی کی رٹ ہے، کہ تو رام ہوں کہ صاحب سے رہو خطا ہوئی بکان پڑتا ہوں۔ تو بڑتا ہوں! اب کب تو اپنا سر پٹ لوں یا کچھ کھا کر سو رہوں۔"

بیومی۔ "اب اتنی زور زور جو تم ڈونک ہے ہو تو پاس ٹپس والے کیا سمجھیں گے یہی کہ

بیوی نگوڑ ماری کی یہ گت بنا لی جا رہی ہے۔

منشی جی۔ اچھا صاحب اچھا۔ اب بوتا بھی نہیں میں گھٹ کے مرجاؤں۔ گھٹ کے مرجاؤں۔۔۔ لاجول لا توہ کبھی جو کمبخت موقع پر کوئی شر یا د آ جائے۔ یہ تو حال ہو داغ کا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ یہ سبلا متیں ہیں مرنے کی داغ نے اپنا کام چھوڑ دیا ہو سہ کا حال یہ کیت بھرتی نہیں اور سب بھرتا ہو۔ یہ بھلا جانے کی باتیں ہیں؟

بیوی۔ بس ایک جٹی کٹی تو میں ہوں کمبخت۔

منشی جی۔ سپاس دفعہ کہدیا کہ چراغ سحر می ہوں، جو سانس آ رہی ہو اُسے غنیمت جانو اگر تو خدا سے چاہتی ہو کہ کل کا مرنے آج ہی مرجاؤں۔

بیوی۔ خدا یونہی اٹھائے مجھے جو میں لیا چاہتی ہوں تم ہی البتہ بے بات کی بات نکال کر ہر وقت میرے سر پر کرتے ہو۔

منشی جی۔ یہ صاحب ہم نے گھر کی صفائی شروع کی تھی۔ اچھی لغت بھی جو اس گھر پر اور اسکی صفائی پر، میرا کیا ہو تم ہی کو کہنے والے کہیں گے۔ (جاتے ہیں غصہ میں کھٹ پٹ کرتے ہوئے)

بیوی۔ تو چلے کہاں اب یہ کیا یونہی سب لگائی میں پڑا ہے گا؟

منشی جی۔ آگ لگا دو کہیں۔ میں کیا جانوں پڑا ہے گا یا نہیں۔

بیوی۔ وہ تو میں جانتی ہی تھی کہ گھر کی صفائی کے بہانے کوئی عذاب نازل ہو یا لاہو میری گردن؟ میرا کیا ہو، میں بھی پڑا ہے دوں گی سب۔

منشی جی۔ تو پڑا ہے دونا تم سنا تے کہے ہو میں نے تو کان کیسے جو ہمارے کچھ میں بھی ہاتھ لگاؤں

منشی جی نے تصویر کھنچوائی

منشی جی نے تصویر بنوائی

منشی جی گھبرائے ہوئے گھر میں داخل ہوتے ہیں کچھ
 ہنس رہے ہیں گویا دوڑتے ہوئے آئے ہوں اور
 بیوی کو آواز دیتے ہیں۔

منشی جی۔ "میں نے کہا سنتی ہو! جی کہا گئیں! لا حول و لا قوۃ ہمیشہ کام کے وقت بزدل۔"
 بیوی۔ "آؤ رہی ہوں تم تو گھبرا دیتے ہو ابھی گرمی ہوتی مئے دپٹے میں اُلجھ کے۔"
 منشی جی۔ "اجی میں نے کہا وہ کیا ہو! تصویر والا! تصویر کھینچنے والا! اُسکے ڈبہ پر لکھا ہوا ہو۔"
 منشی۔ "کچھ بھلی سی بات لکھی ہوئی ہو۔ لا حول و لا قوۃ کبھی جو یاد آ جائے۔"
 بیوی۔ "تو مطلب کیا ہو! تمہارا کھینچا ہوا تصویر کیا اچھے معلوم ہوئے سچا ہے اس ڈھانچے میں تصویر
 کھینچا تے ہوئے۔"

منشی جی۔ "کیا مطلب! کابھی بڑھاپے میں تصویر ہی نہیں کھینچائی جاتی۔ تمہاری اسی بات کا
 کچھ جواب اس تصویر کھینچنے کے ڈبہ پر لکھا ہوا ہو۔ ذرا تم جھانک کے دیکھو تو باہر۔"
 بیوی۔ "میں کیا کر دوں گی! دیکھ کر تم کو تصویر کھینچنا ہوا ہو تو کھینچو! رانا میرا سر کیوں کھا رہے ہو۔"
 منشی جی۔ "میرا مطلب یہ تھا کہ تم بھی کھینچو! الٹیں تصویر۔"

بیوی۔ "لو اور سنو۔ میں تصویر کھینچاؤں گی؟"

منشی جی۔ "تم ٹھیکنا کر سی پراور میں۔ سچھے کھڑا ہو جاؤں گا معلوم ہو گا جیسے میان بیوی ہیں تم تم" بیوی۔ "خیر آپ مجھے تو معاف کئے اپنی ہی تصویر کھینچو ایجئے۔ خدا نہ کرے کہ میں اس بڑھاپے میں ایسی سٹھیا جاؤں کہ موئی تصویر کھینچاتی پھروں۔"

منشی جی۔ "میرا کیا ہو میں نے تمہاری ہی بھلائی کے لئے کہا تھا کہ تمہاری بھی یادگار بن جاتی۔۔۔ ٹھیک ہو، ٹھیک ہو، یہی لکھا ہو اس پر یہ کہ۔۔۔ کہ۔۔۔ دو پھر بھول گیا۔ تم تو آئے جو اس کھودتی ہو اپنی کج بختی میں۔۔۔ ذرا پردہ سے جھانک دیکھو بہت موٹا موٹا لکھا ہوا ہو۔" بیوی۔ "توبہ ہو، سچ مچ ایک بات کے سچھے بڑھاتے ہو۔ چلو اب پردہ سے بھی جھانکوں گی بگر بڑھنا تو پھر بھی تم ہی کو بڑھانگا۔"

منشی جی۔ "پردہ تو خیر میں دل کا، مگر یہ تو منکو معلوم ہو جائیگا کہ کچھ لکھا ہوا ہو اور دونوں جاتے ہیں مگر باتیں کرتے جاتے ہیں، میں نے کہا تھا کہ تصویر ہی آج کھینچ جاتی۔ وہ دیکھو غیغیہ لکھا ہوا۔" بیوی۔ "ہاں دیکھ لیا لکھا ہے کچھ۔"

منشی جی۔ "لکھا ہے کہ" افسانہ کی۔۔۔ اصل یادگار۔۔۔ کیا ہے۔۔۔؟۔۔۔ تصویر۔۔۔ سمجھیں کچھ۔ میں تو بس یادگار کے لئے کھینچنا چاہتا ہوں اپنی اور تمہاری تصویر۔"

بیوی۔ "اپنی یادگار کے لئے کھینچو اور مگر میری موئی یادگار کیا ہوگی؟" منشی جی۔ "یادگار کیا ہوگی؟ بھئی سخت جاہل و خیر جاہل تک تو غنیمت تھا مگر یہ تو فتنہ بھی ہو رہے صائب یادگار کے معنی یہ ہیں کہ اگر والد صاحب کی تصویر میری پاس ہو تو تو بھلا میں انکو

یاد رکھ سکتا تھا، قیامت تک تو یاد نہ رکھتا۔ والدہ صاحبہ کی تصویر نہیں ہو تو یقین جانو کہ کس درد و دوا کو یہ بھی یاد ہو کہ ان کی صلوٰۃ کیسی تھی۔

بیوی۔ ”اور صورت یاد ہی رہتی تو تم کیا کر لیتے؟“

مفتی جی۔ ”کیا کر لیتے؟ کیا بات ہوئی؟ ہر صاحبِ شے بھٹے دیکھ دیکھ کر اپنا صاحب کی تصویر دیکھ کر کم سے کم یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے والد صاحب بھی تھے اور ایسے تھے۔ یہ تھے۔“

بیوی۔ ”لے جب ان ہی کو دنیا میں نہا نہیں ہو تو تصویر کی رکھ کر کیا کرے گی؟“

مفتی جی۔ ”لاحول لا قوۃ۔ وہ تصویر والا باہر کھڑا ہوا سو کھڑا ہو اور تم بحث کر رہی ہو مجھے

عزیز من۔۔۔ یعنی۔۔۔ یعنی۔۔۔ یعنی بیگم صاحبہ اگر انسان کو دنیا میں نہا ہی ہوتا تو تصویر کی کیا ضرورت تھی؟ مگر تصویر تو اسی لئے ضروری ہو کہ انسان کو رہنا نہیں ہو یہاں

ہمارا ہی تم ایسی بات کہہ رہی ہو میں نے کہا تم کو چپ ہو جانا چاہیے۔ اس؟“

بیوی۔ ”تمہیں کچھ کہہ بھی رہی ہوں۔ تم کو کس نے روکا ہوا البتہ میں نے کہا ہوا کہ میں تصویر نہیں کھینچواؤں گی۔“

مفتی جی۔ ”شبن جب میری عمر کو پہنچے گا تو میری تصویر دیکھ دیکھ کر کیا خوش ہو گا کہ بھٹی کیا والد تھے ہمارے بھی اور تم کو یاد بھی نہیں رکھے گا۔ میرا کیا ہے۔“

بیوی۔ ”اس موٹی بڑھاپے کی ٹھہریوں اور ڈراؤنی صلوٰۃ کو یاد رکھنے سے یاد رکھنا ہی اچھا ہے۔ تم کو شوق ہے یا اسے تم کھینچو۔“

مفتی جی۔ ”اچھا بھائی اب کون تم سے بحث کرے مگر میں تو کھینچاؤں گا۔ ذرا منہ ہاتھ

دھونے کا پانی، صابن، منجن، آئینہ، گنگھی سرور غیرہ تو رکھ دو۔

بیوی۔ "شرم تو نہیں لے لگی بڑھاپے میں سیرانگہار کر کے تصور کھینچتے ہوئے جیسے بچا رہو اپنی
سُسرال ہی تو بھیج رہے ہیں۔"

منشی جی۔ "خیر خیر، یہ وقت مذاق کا نہیں ہو، کہیں وہ انتظار کرتے کرتے باہر ہی سو چل نہ رہے
ذرا میں اس کو کدوں۔ تم پانی وانی رکھ دو پھر ذرا میرے کپڑے نکال دو۔ (جاتے ہوئے)
وہ جامڑا رکھی اچکن ہونا۔ اور میرا نیا جوتہ (دروازہ کھول کر) بھائی ذرا ٹھہرا تا میں بس تیار
ہی ہو رہا ہوں۔"

تصویر والا۔ (دُور کی آواز) جلدی کیجئے صاحب ہو چلا رہی ہو پھر وقت نہیں ہوگا۔
منشی جی۔ "واپس لے آئے ہوئے، ابھی لو۔۔۔ ابھی آیا۔۔۔ (بیوی کے پاس کر) ایس،
یعنی بیٹھی ہوئی ہو وہ کہہ رہا ہو کہ دھوپ چلا رہی ہو۔ اور تم ہو کہ بیٹھی ہو؟"
بیوی۔ "تم جب تک منہ دھو لو اور وہ اچکن کونسی کہی تھی؟"

منشی جی۔ "تو یہ ہو۔ ایسے صاحب ہنسا دی االی اچکن جامڑا رکھی اور نیا جوتہ لاؤ یہ لوٹا ادھر
کھسکاؤ۔ یہ ہا منجن اور وہ کدھر گیا۔۔۔ وہی۔۔۔ ایسے صاحب رہو وہ۔۔۔ صابن ان۔"
بیوی۔ "سانے رکھا ہو اور دکھائی نہیں دیتا۔ اور کچھ چاہئے ہو کہ میں جاؤں بس کپڑوں کا نئے۔"
منشی جی۔ "نہیں بس تم کپڑوں لا دو جلدی سے بنا باش۔"

(بیوی جاتی، منشی جی منظر سے غائب ہوتا ہے)
دھونے کی آواز کے ساتھ ہنسی جی بڑی دیر کو دہرائی

منشی جی۔ "لا حول لا قوۃ" آخ تھو۔۔۔ تھو۔۔۔ تھو۔۔۔ لا حول لا قوۃ۔
 بیوی وٹری ہوئی آتی ہیں منشی جی برابر تھو
 ہے ہیں۔

بیوی۔ "کیا ہو آئے۔ کیا ہوا؟"
 منشی جی۔ "آخ تھو۔۔۔ ہو کیا۔۔۔ آخ تھو۔۔۔ جلدی کا کام شیطان کا منجن کے بچے
 صاحب لگایا دانتوں پر۔۔۔ تھو۔۔۔ آخ تھو۔۔۔"
 بیوی۔ (ہنسی سے دھری کر منجن سے تھو دھولنا اب وراسی طرح تصویر کھینچو۔)
 منشی جی۔ "اب اتق ہی کر دگی یا آئینہ لنگھا بھی دگی مجھے؟"
 بیوی۔ "رکھا تو ہو آئینہ لنگھا دیکھا بھی تو کر د"
 منشی جی۔ "ٹھیک ہے اب ازراہ تو ڈال دیا جامہ میں بھی خطبہ بڑھا ہو جا کیا ہو؟"
 بیوی۔ "اب یں لگا کیا جواب دے میری ماتھے کا کام تو یہ ہو نہیں کہ میں خط بھی بنا دوں؟"
 منشی جی۔ "خیر ہو گا بھی۔ ذرا گوند تو نہیں ہو گھیس؟"
 بیوی۔ "گوند؟ گوند کیا ہو گا آخر؟"
 منشی جی۔ "ارہ صاحب ہو تو بتا دو تم تو جرح کرنے لگتی ہو اب بات پر مطلب کیا کر رہو چھپ
 پر تاؤ دینا تو قصور یہ عیب رہو جاتی۔"

بیوی۔ "تو گوند سے موٹی ہو چھین چکا لی جائیں گی لالے دیتی ہوں میں گوند بھی۔"
 (بیوی جاتی ہو)

منشی جی۔ "دیکھا بابا مہ لائی ہیں یہ نکال کر پٹا ہوا نیفے کے پاس سو۔۔۔ اسے صاحب

اب بھی چکو۔

بیوی۔ "آ تو رہی ہوں ہاتھ پیرھلائے دیتے ہو خود ہی تو کہا تھا گوند لانا ونگوڑ مارا۔"
 منشی جی۔ "یہ پا جامہ ہو ذرا ملا سطر فرمائیے یہ بٹھا ہوا جیٹھہ مین کر کھینچے گی میری تصویر؟"
 بیوی۔ "اے ہے میں نے دیکھا بھی نہیں تو اسکا کیا ہو یہ تو کڑے اور اچکن کے نیچے رہ گیا۔"
 منشی جی۔ "نیچے رہ گیا؟ اور صاحب نیفہ کے پاس سے بٹھا ہوا ہونیفہ کے پاس سے۔"

بیوی۔ "تو کیا نیفہ گلوں پر رہتا ہوتا ہے یہاں؟"
 منشی جی۔ "قالی ہو نیفہ انداز سے ٹھیک ہے یہ تو ادھر رہی رہ گیا اچھا لاؤ وہ گوند۔ اس
 یہ بس اب ٹھیک ہو مطلب یہ کہ تصویر کھینچوائی جائے تو ذرا ڈھنگ کی تو ہو۔"
 بیوی۔ "اے ہے کیسی ڈراؤنی ہو گئیں مونی ہو کچھیں معلوم تو ہوا جیسے جو ہا دم اٹھائے ہو اے
 منہ پر بٹھا ہے۔"

منشی جی۔ "ایں۔۔۔۔۔ ہاں واقعی۔۔۔۔۔ ذرا قینچی کا لانا اپنی کچھی سے۔"
 بیوی۔ "کیا اب کاٹی جائیں گی مونچھیں سوقت۔"
 منشی جی۔ "یعنی دیکھ رہی ہو کہ ایک تو ہوسن تھنوں تک اور دوسری تو دیکھو کہاں جا رہی ہو۔"
 بیوی۔ "تو چھوٹی بڑی کیسے ہو گئیں؟"

منشی جی۔ "اب میں کیا جانوں کیسے ہو گئیں تم قینچی لاؤ بحث بعد میں کر دینا۔"
 بیوی۔ "اب مونچھوں کا بھی خدا ہی حافظ ہو تو قینچی۔"

منشی جی۔ "ادھر آؤ ذرا یہ آئینہ کرا کر مونچھوں کی سیدھی میں کھڑی ہو جاؤ۔"

بیوی۔ "لو بس ٹھیک ہونا۔"
 منشی جی۔ "اِس ٹھیک ہے۔۔۔ مگر میں یہ تو جھوٹ ہیں ذرا نیچے رکھو آئینہ اور نیچے بس بس
 اب ٹھیک ہو لو نہیں رہنا۔"

بیوی۔ "کہیں زیادہ نہ کٹ جائے مونچھ۔"
 منشی جی۔ "زیادہ کیسے کٹ جائیگی۔ تم ٹوک تو نہیں اسے (مونچھ کاٹ کر) یہ لو۔"
 بیوی۔ "کٹ گئی نا زیادہ کیا برا منہ ہو گیا۔"
 منشی جی۔ "زیادہ کٹ گئی؟ یہ کیسے کٹ گئی؟ اب یہ دھروالی بڑی معلوم ہونے لگی۔"
 بیوی۔ "اب کہیں اسے بھی نہ کاٹ دینا۔"

منشی جی۔ "تو کیا تمہارا مطلب یہ ہو کہ میں اس ٹیڑھ پر منچھ کی تصویر کھینچوں؟"
 بیوی۔ "میرا کیا ہو تم اپنی گت بنائے جاؤ ذرا آئینہ تو دیکھو کیسی ہوئی جو جو کیسی صورت
 ہو گئی ہے گنجی ہو کر رہیں مونچھیں۔"

منشی جی۔ "تو پھر کیا کروں میں بغیر دوسری طرف کی مونچھ کاٹے کام نہیں بن سکتا۔ ابکی
 میں ذرا کم ہی کاٹوں گا۔"

بیوی۔ "دیکھو دیکھو دیکھو۔ پھر زیادہ کٹ جاتی۔"
 منشی جی۔ "بیرا ہاتھ کانپ گیا تھا تم اس وقت منہ میں قینچی بھی بھونکواؤ گی۔"
 بیوی۔ "میرا کیا ہو تم میری طرف سے بالکل صاف کر دو مونچھیں۔"

منشی جی۔ "بالکل کیسے دیکھتی تو رہو۔ ذرا آئینہ برابر رکھو۔ ہاں لوں (اس کو مونچھ پر قینچی چلاتی ہے)

یہ لو۔ اب تو ٹھیک ہو۔"

بیومی: "خاک ٹھیک ہو۔ اچھی خاصی بو نہچھوگا۔ ناس مارا ابھی ادھر کی ذرا بڑی ہو۔
منشی جی: "اٹھنا ذرا آئینہ۔۔۔۔۔ ہاں بڑی ہو بہت بڑی ہو ابھی منڈھڑھا معلوم
ہو رہا ہے۔"

بیومی: "اسے نائی سے ٹھیک کرادو نہیں تو اور خراب ہو جائیں گی بو نہچھیں۔"
منشی جی: "اب سوخت نائی کی تلاش میں نکلوں۔ تو بہ ہو تمام بال پسینہ میں اور بھی چپ
ہے ہیں۔"

بیومی: "پھر انہیں لگا ہوا ہو گوند۔"

منشی جی: "توبہ۔ توبہ۔ بس دیو نہی رکھو آئینہ۔ (قینچی چلاتے ہیں) ارے۔ استغفر اللہ۔
بیومی: "بس تو طبیعت خوش ہوئی بالکل ابھی غائب کر دی ایک طرف کی بو نہچھ بھی اللہ مجھ سے تو
متا رہی دوت بھی نہیں دکھی جاتی۔"

منشی جی: "اجی صوٹ کو ڈالو ہم میں تصویر کا کیا ہو گا اب بو نہچھ تو اب ہونیکے برابر رہ گئی ہو۔
اس طرف کی کچھ کچھ البتہ ٹھیک ہو۔ اچھا سنو ٹھیک ہو بس تم شستن کی دوات دو دو کو۔"
بیومی: "دوات؟۔۔۔ دوات سے کیا ہو گا؟"

منشی جی: "اچھا صاحب لاؤ لنگر اس وقت حجت کر دیں خود لے آنا ہوں۔ مجھے خود ہے،
غصہ آ رہا ہو اس پر سو متا رہی بحث نا طفقہ بند کر دیا ہو تم نے۔"

بیومی: "میں نے تو دیو نہی بوچھا تھا۔ میں لائے دیتی ہوں بھی یہ"

منشی جی۔ "تو بہ ہوا! ادھر کی ٹھیک کی ادھر کی غائب! ادھر کی اُدھر کی غائب! اور
 دھوپ لگا رہی ہو۔۔۔ لے آئیں؟ (بیوی آتی ہو) لاؤ ادھر اور اب! اناموشی کے ساتھ
 کھڑی ہو جاؤ آئینہ لیکر۔"

ہوئی۔ ”جانے کیا کرنے کا ارادہ ہو اب وہاں پہنچ جائے گا منہ کا لاکر کے۔“
منشی جی: ”دیکھتی تو رہو بس بونہی رکھو آئینہ۔۔۔۔۔۔ اب ادھر سٹ کر دیکھو
کیا معلوم ہوتا ہو بالکل موٹے شخصیں معلوم ہوتی ہیں نا۔؟“

بیہوشی۔ کہیں بھی نہیں صاف دکھائی دے رہا کہ روشنائی کی لکیر جو اچھے خاصے ٹیو معلوم ہوتے ہو دوسرے سے۔“

فنتشی جی۔ "ایر۔۔۔ ٹیسو۔۔۔ روشنائی ذرا ہلکی رہی اچھا اور سی۔ بس ہیں کھنا شیشہ
 ۔۔۔ ہاں ۔۔۔ اب ٹھیک ہے۔۔۔ دیکھو تو ذرا دُور مٹ کر۔"

ہوئی۔ میں نہیں دیکھتی تھنا تو داغ چل گیا ہو اور ساتھ ساتھ مجھ کو بھی یا گل نہا ہوئے ہو؟
 فستی جی۔" اچھا خیر نہ دیکھو۔ مگر یہ گالوں میں جڑ گڑھے پڑے ہوئے ہیں انکو اب کیا کروں تصور
 خواب ہو جائے گی ان سے۔"

ہومی۔ ”موت پھول کی گت بن چکی اگیالوں میں بھی روشنائی بھرو۔“
منشی جی۔ ”بھرو ہی، اسے صاحب عقل کا کام تو سبائیں سمجھیں آجائیں مگر عقل تمہارے
پاس کہاں جلدی سے ڈو گلو ریاں نادر یہ گرٹھے بھی بھراؤ گے۔“

بیوی۔ "گلو ریاں نہیں تو بنا دوں گی سویرے سے یا نوں کی پونچھ رہی ہوں مگر تم سنتے بھی ہو؟
 منشی جی۔ "اچھا۔ اچھا خیر۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔ کیا بیز ہونا چاہیے۔۔۔۔۔ ٹھیک ہو وہ لاؤ
 جلدی سے وہ۔۔۔۔۔"

بیوی۔ "وہ کیا اس موئے وہ کا کچھ نام بھی ہو یا میں وہ ہی دیکھ جاؤں گے؟"
 منشی جی۔ "وہی میرا مطلب ہے یعنی وہ۔۔۔۔۔ کیا کہتے ہیں اسے مسلم ڈلی کے ڈیوٹر ہو لاؤ۔"
 بیوی۔ "لائی ہوں لیکن حکمران کے رکھ دیا ہو۔ (اجاتی ہو)
 منشی جی۔ (خود ہی بڑبڑا رہے ہیں) مونچھیں تو اب ٹھیک ہیں انگلی بھی خوب گئی ہو اقت
 (زور سے) میں نے کہا لائیں ڈلی کے ٹکڑے؟"

بیوی۔ "لا رہی ہوں۔ لا رہی ہوں۔ لاتے ہی لاتے تو لاؤں گی۔ لیو۔ ڈلی کے ٹکڑے۔"
 منشی جی۔ "ایک ایک گال میں ایک ایک ٹی کا ٹکڑا ٹھیک ہوگا اگالوں میں ڈلی رکھ کر بدلی
 ہوئی آواز میں) اب کھو اب تو ٹھیک ہے؟"

بیوی۔ "اں ٹھیک ہو معلوم ہوتا ہو کہ جیسے دونوں گالوں میں تو بڑیاں نکل آئی ہیں۔"
 منشی جی۔ "تو بڑیاں؟۔۔۔۔۔ لانا تو آئینہ۔ (آئینہ لیکر) تو بڑیاں تو کیا البتہ کچھ ٹھیک
 نہیں ہیں یہ۔۔۔۔۔ اچھا اگر دونوں گالوں میں ایک ایک ٹکڑا رکھوں ڈلی کا تو۔۔۔۔۔"

بیوی۔ "مگر تصویر ضرور کھنچاؤ گے اس گت کے ساتھ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔"
 منشی جی۔ "کیا مطلب ہو تمہارا؟ بغیر تصویر کھنچاؤ گے مر جاؤں میں کجنت تاکہ اولاد کو یہ بھی
 پتہ چلے کہ بابا مراد تھا کون؟"

ہیوی۔ "نہیں نہیں تم بُرا نہ مافوقِ تصور کھینچاؤ تاکہ اولاد کو یہ تو معلوم ہو کہ باپ بُرا تھا۔
منشی جی۔" بھی تم سخت دشمنی کرتی ہو میری اس میں ہر سیہ ہونیکی آخر کو فی بات ہو۔ تصویریں
ان امور کا پتہ بھی نہ چلے گا اور تصویر ہی ہوئی تو پھر یہ کون کہے گا۔۔۔۔۔ کہ۔۔۔۔۔
وہی حینوں کے خطوط اور تصویر تباں۔۔۔۔۔ بولودہ کیا ہو شر۔۔۔۔۔ مگر مجھے یاد نہیں تو
میں کیا یاد ہوگا۔ تو بولودہ لے رکھ لوں مہ میں؟"

ہیوی۔ "جو تمہارا جی چاہے وہ کرو۔ مگر۔۔۔۔۔ (دروازہ پر دستک)
منشی جی۔" آیا بھی آیا ابھی آیا بس تیار ہی سمجھو (چپکے سے) چھوڑو فوالہ دیوالہ کو لاؤ
اچکن اٹھاؤ جلدی سے۔"

ہیوی۔ "اس گرمی میں یہ جو موٹی جامہ دار لادی جائیگی تو مزاحی آجائے گا۔"
منشی جی۔ (شیروانی پہنتے ہوئے) خیر۔ ہوگا تم ٹوپی تو لاؤ میری۔۔۔۔۔ وہ دیکھو وہ
رکھی ہو گھر و بچی پر۔"

ہیوی۔ "یہ اچکن اور اسپر یہ موٹی چٹنا ہی ٹوپی۔"
منشی جی۔ "اچھا تو جانے دو اپنا کوئی دوپٹہ ہی دیدو صاف باندھ لوں گا۔"
ہیوی۔ "بیل تو چڑا ہوا ہے مہاے سر پر۔"
منشی جی۔ "جاہے میری تصویر کجخت خراب ہو جائے مگر مہا را دوپٹہ خراب ہو۔۔۔۔۔ افوہ۔
سخت گرمی ہو۔۔۔۔۔ اچکن تو آگ لگائے دیتی ہو۔"

ہیوی۔ "تو یہی دوپٹہ لیلونا۔"

منشی جی سودا لائے

منشی جی سودا لالے

منشی جی بھکے ماندے لپٹتے ہوئے دروازہ کھول کر آتے ہیں۔

منشی جی۔ "میں نے کہا سنتی ہو! بے بھی کدھر گئیں۔"

بیوی۔ "آ رہی ہوں۔ ابھی آئی۔"

منشی جی۔ "نہیں نہیں! انہیں مزدور آ رہا ہو ذرا ادھر ہی ہنا (مزدور کو آواز دکر) آجاؤ بھائی
آؤ نا۔" (مزدور داخل ہوتا ہے)

منشی جی۔ "بس یہیں کھڑب بس اس چوکی پر سب کھدو۔ اور یہ لو اپنے پیسے۔"

بیوی۔ (دور ہی سے کہتی ہیں) ذرا مزدور کو روکے رکھنا ابھی؟

منشی جی۔ "اب مزدور کا کیا کام ہو۔ اچھا خیر جاؤ بھئی تم باہر ٹہرو۔"

(مزدور جاتا ہے بیوی آتی ہیں)

بیوی۔ "مزدور کا کیا کام ہوگا؟ اب تباؤں میں مہیں کیا کام ہوگا؟"

منشی جی۔ "لا حول لا قوۃ الا بکے دوڑتے دوڑتے یونہی میرا بڑا حال ہو اور پر سو ہتھاری"

یہ باتیں اب تبا بھی چکو کہ مزدور کو کیوں دکا ہو۔"

بیوی۔ "دکا اسلئے ہو کہ یہ جو تم آنا اٹھا لائے ہونا۔ اسیں برابر کی تو مٹی ہو اور جانے"

میرا جوار کا میل ہر دو کباجرے کا ذرا آٹا گوندھا تھا کہ معلوم ہوا موٹی اُسی گھول کر کھدی نہ موٹے میں بس ہونے لگی۔

فشی جی۔ "تو اسے میں کیا کروں اب کیا میں آٹے کے اندر گھسا ہوا بیٹھا تھا کہ سب کچھ جان لیتا۔
 نہ آٹے نے مجھ سے کہا کہ صاحب مجھے نہ لو مجھ کو جنت میں جبارا جبرے کا سیل جو اور سنیں ہو۔
 بیوی کسی چیز کے لانے کا ڈھنگ ہی نہیں ہر قوم کیا کرو گریں نے اہدیا ہو کر اسلئے کی
 روٹیاں مجھ سے زبکیں گئی تو سے تک جائیگی نہیں روٹی۔"

مفتی جی۔ جاہلی کیسے نہیں دہ تو پیٹ نہ کہ میں جاہلی مگر وہ تو بات یہ ہو نا کہ ایک میں لایا ہوں گھر کی جنس نرا دے عب بھلیں گے اُسیں۔

بیوی ”جب بچے میں لُس ہی نہیں ہو تو روٹی کیا خاک کئے گی۔“
 مفتی جی ”صاحب یہ تو میری خطا نہیں ہو بلکہ تھوڑا آب ہی کا کہ مجھے جاتے وقت لگن نہیں دے گی
 میں وہیں دکان پر آٹا آؤں دھ کر لُس بھی کھ لیتا مگر تھوڑے میں تو لکھی ہو یہ جھک جھک۔“
 بیوی ”خیر جھک جھک ہو یا کچھ مگر یہ آٹا ابھی آپس کیا جائیگا اسکی روٹی پکا ناپیرے بس کا
 روگ نہیں ہو۔“

مفتی جی ”صاحب یہ تو میری خطا نہیں جو بلکہ تھو آپ ہی کا کہ مجھے جانتے وقت لگن نہیں دے کی میں وہیں دکان پر آگؤ بندھ کر بس بھی کچھ لیتا مگر تھو پر میں تو لکھی ہو یہ جھک جھک“۔

بیوی: ”خیر جھک بھک ہوا کچھ مگر یہ آٹا ابھی ایسے کیا جاگیا اسکی بوٹی پکا مایرے بس کا روگ نہیں ہو۔“

فمنشی جی۔ ”زندگی سے عاجز آنا جسکو کہتے ہیں وہ حال ہو میرا۔ لائے صاحب اب بلا بھرنے جاتا ہوں۔ (جاتے ہیں اور پھر کچھ سوچ کر لوٹتے ہیں) مگر وہ میں نے کہا۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔ یعنی، تو یہ ہے۔۔۔۔۔ ایک تو دماغ تھا ہی اعلیٰ درجہ کا اور پھر دین بھر کی دھوپ سرگیزداری جو جانے کیا سوچا تھا کچھ بھی تو یاد نہیں رہا۔“

ہیومی۔ آٹا بیل کے لئے آؤ تو سناؤ اور فرائطیت لکھی ہو جائے گی۔

منشی جی۔ اور سنے ارب تخی محنت کے بعد بھی تم کو چین نہیں جو کہ مجھے اپنانے کی ترکیب بتا رہی ہو میں جانتا ہوں کہ میری طرف متاثر کچھ ہوتا ہو کہ لگتا ہے کبھی تو مجھ کو محنت پر تم کو بھی رحم آتا۔

ہیومی۔ اے ہاں تو میں نے تمہارے ہی بھلے کو کہا تھا کہ نہ لانا یہ لکھا تھا کہ کبھی نہ لانا میری طرف منشی جی۔ یہ تاک پر کھنی بیٹھ جائے شوہر نامہ مرہی کھن جائے اور پر آب غصہ شروع ہوا ہے میں ایک ٹانگے ناچتا پھر رہا ہوں اور غصہ آ رہا ہے تم کو۔

ہیومی۔ اچھا تو اب تم ہی بتاؤ کہ تم سے کس نے کہا تھا سنا لانے کو میں تو خود ہی جانتی تھی کہ یہ ہمارے بس کا روگ نہیں جو تم خود بھی ہلکان ہو گئے اور میری زندگی بھی گھوڑ مارا غدا کے دو گئے۔ منشی جی۔ جی ہنسیک بالکل صحیح فرماتی ہیں آپ کام نہ کر دو تو کتنے کام کیا ہو تو پھیل مل رہا ہو۔ اے صاحب میں آنے لکھتا کیوں کہ پیسہ کی خیر دوسرے کی آئے اور وہ بھی دو کوڑی کی۔

ہیومی۔ جیسا یہ آٹا ہو۔ یہی مطلب ہوتا؟

منشی جی۔ آٹا۔ پھر وہی آٹا۔ آٹا تو جارا ہوں اب اس کرنے اب اور چیزوں کو بھی دیکھ دیکھ کر اسی وقت اب اس کرنا۔۔۔ دیکھئے یہ بات کہنے کو لڑا تھا، مگر وہ تو فقیر کی بدعا ہو وقت پر بات نہ آئے اور یوں چاہے زندگی بھر یاد آتی ہے؟

ہیومی۔ یہ کیا ہے اس کو کر ہی میں؟

منشی جی۔ وہی جو سامان میں لایا ہوں اور کیا ہوتا۔

بیوی: "نانی کے کپڑے کو مشک کی ڈب میں بٹاتی ہے۔"
 فتنی جی: "یہی۔ یہی۔ یہی شل پیر لو پیر! اگر وہی جو کہ آج جو دیکھی ہو نہ ہی جیسے تو جو چاہیں!"
 بیوی: "ذرا دیکھوں تو متارام نہ!"

فلسفی جی۔ ”سندھ کیوں کیا ہوا میرے منہ میں۔“
 ہومی۔ ”صورت دکھیا کر آخر تم کو کیسے لوگ پہچان لیتے ہیں کہ تم کو اچھی طرح بنانا کہ لوٹا سکتا ہے۔“
 فلسفی جی۔ ”کیا بات ہوئی۔ مجھے بھلا کون لوٹے گا۔ میں خود اگر سچ پوچھو تو اس بنیادی کو
 آج لوٹ لایا ہوں۔ تمہارے ہاں ہمیشہ سچ آنے سیر بھی نقلی ڈلی آتی رہی ہو جس کو سرنے کی
 دھار دہری ہو جائے اور جبکہ اصل اور خالص ڈلی بس وہ زیادہ میں مل گئی ہو اور نگاہوں
 تو نگاہوں میں تو سب ختم ہو جائیگی۔ اور ہاں خوب یاد آیا گھی بھی اچھا مل گیا ہو میرے خیال میں
 کچھ زیادہ نکلا گئے رکھلو تو اچھا ہو۔ اور سو نکھو۔“

بیوی: "اُدھ ہونھ۔ توبہ جو۔ دماغ اُٹ گیا موٹے کی بدبو سے۔ یہ نہ ہم ہو کُھگی۔"
 فحشی جی: "کیا مجھے چھڑنے کی آج قسم ہی کھانی ہو۔ لو اسے چھو مہیں میری تم ذرا سا چھو تو سی۔"
 بیوی: "خہ۔ خہ۔ خہ۔ آخ تھو۔ آخ تھو۔ توبہ۔ توبہ طبعیت لوٹ لوٹ ہوگی۔"

مشتی جی۔ ”اچھا تو میں شرط بڑا ہوں اگر کوئی اور ایسا ہی گھی اور انہی اموں میں لاکر دکھائے تو غلامی کھڑنگی دیہات کا خاص گھی۔ جلیں ہیں ہاں سوخی سوخی کھڑنگی بیومی۔“ خزانہ کرے یہوا گھی ہوا ورنہ خدائے کو بھی ایسا گھی کھانے سے بچائے، میں باز آئی ایسے سونے گھی نہ نکالتی دی نہیں جائے گی کھانے میں۔“

منشی جی۔ ”اچھا تو لہو یہ رکھے ہیں دام اور یہ ہی نہر ستابنگا کو کسی اور سو سمجھیں کہ نہیں۔“
بیوی۔ ”اے ہے تو برا کیوں مانتے ہو تم یہی کھی کھانا مگر مجھ سے نہیں کھایا جا سیکے گا یہ کوئی
زبردستی تو ہے نہیں۔“

منشی جی۔ ”کھایا تو جب جائے کہ کبھی کھی کھایا بھی ہے اسے ہزاروں ٹہن کھائی ہیں کہ یہ کس
اس نے خود اپنے لئے سنگایا تھا مگر روت کے مارے مجھے دیدیا اور دام دہلی چھٹا تاک کہ لہو ہیں۔“
بیوی۔ (تعجب) ”رو بہ کا بار چھٹا تاک؟“

منشی جی۔ (خوش ہو کر) ”کہو جو ناست؟“

بیوی۔ ”آفت کے اس موئے گھی پر ابھی میں نے بالکل کھن ایسا گھی بندہ چھٹا تاک رواڑ
ہی پر لیا ہو کیا عمدہ دانہ دار گھی ہوا ایک یہ ہو ہوا چرا ایندہ جانے کس چیز کا تیل اور
بارہ چھٹا تاک۔ تم ابھی اسے پھیر کے آؤ۔“

منشی جی۔ ”خیر میں یہ کوئی چیز واپس کرنے نہیں جاسکتا والد صاحب رحم کو آج تک بارہ بھر
باد کرتا ہو کہ رو بہ کے پیسے تک کبھی نہیں گزربھی تو کہیں گے کہ لین ہی کے صاحبزائے
ہیں جو پیسے کے تین دھیلے ٹھناتے ہیں خاندان کی ناک کوٹانے کا مشوہ کسی کو لینا ہو تو تم نے
بیوی۔ ”تو یہ موئے آخر کو میں کیا کرونگی رکھ کر خاندان کی ناک پر سو قند کر کے گلی میں پھینک دو
یہ سب۔“

منشی جی۔ ”اچھا ذرا بیٹھا جاؤ اور خود بھی ٹھیک جاتے ہیں مجھے صاف صاف یہ بتا دو کہ ان
چیزوں میں خرابی کیا ہو اور میری لائی ہوئی ہر چیز میں ایک عیب کیوں پیدا ہو جاتا ہے۔“

بیومی۔ "عیب ہے عیب میں تمہیں کیا دکھاؤں! اندھا تکت دیکھ سکتا ہو کہ یہ کتنا نہیں کوئی اور بلا ہو یہ ڈنی مولیٰ کھانے کی کام کی نہیں۔ یہ گھی۔ تھو۔ تو بہ ہو اب تک منہ کا مزہ خراب ہے اور بوسے دماغ تک چپٹ گیا ہو۔"

منشی جی۔ "یہی چیزیں بھی بڑے سن کے میان لادیتے اور پیسہ کی جگہ دوسرے پیسہ خرچ ہو جاتے تو آپ خوش ہو جاتیں اور ان ہی چیزوں کی تعریف ہوتی مگر وہ تو نداشت میری کی تھی نا۔"

بیومی۔ "بھلا چنگا آدمی اس مولے گھی کو کھائے تو بیمار پڑ جائے۔"

منشی جی۔ "اور آپکے یہاں کا گھی کھا کھا کر تو سب بہت تندرست ہیں دماغ کی جگہ بھٹس بھرد یا ہو جیسے کسی نے سر میں چال تو ہے سر کا۔ بعد اگلے خراب کہ بس دو دو وقت کے ناشتے اور دو وقت کے کھانے کے ہنگے ہیں۔ قوت ایسی کہ کل ہی گلدرد جو اٹھایا تو سانس پھول گئی۔"

بیومی۔ "اچھا اب کون تم سے بحث کرے یہ بیڑیوں میں کیا ہو؟"

منشی جی۔ "ایک میں ہو کالی مرچ، ایک میں لالہ بھٹی، ایک میں مٹی اور ایک میں سرسہ۔"

بیومی۔ "یہ مواثرہ اور مٹی کس کالے آئے اور وہ کیا ہو؟ کس لوگین اور مٹا کو؟"

منشی جی۔ "لوگین۔ ٹھیک ہو یا یاد آئیں اور کیا کہتا کو۔ بھٹی یقین جانو کہ گھنٹہ بھر تک بازار میں ادھر سو ادھر ٹھٹکارا اور سو چارہ کہ آخر یہ دام کس چیز کے بڑھ رہے ہیں مگر لوگین اور مٹا کو نہ یاد آتا تھیں نہ آئیں۔"

بیومی۔ "خیر وہ تو بھول گئے تھے مگر یہ سرسہ اور مٹی کی کیا سوچھی؟"

منشی جی۔ "جب دماغ پر زور دیا تو لوگین اور مٹا کو کی جگہ سمجھ میں ہی آیا کہ تم نے اپنے

شوق کی کوئی چیز لنگائی ہو گئی۔ بس ذرا عقل سے کام لینے کی تو ضرورت ہی تھی۔
 بیوی: ”تم نے کس دن مجھے ہنسی کی دھڑی بجائے دیکھا ہوا دوسرے دن میں سرسہ لگائے
 کا جل پارے رہتی ہوں۔“

منشی جی: ”نہیں رہیں تو اب ہا کر دنا۔ یعنی میں زندہ ہوں تم مانا، اللہ سناگن ہو تو سناگ
 میں کیا مصافقہ ہے! اے اب تو سنس دو۔“

بیوی: ”سنس نہیں دوں۔ سوئے ہر چیز میں دم بھینک گئی میں پہلے ہی کہتی تھی کہ آج یہ سودا
 لا رہا ہوں اللہ ہی جو جو کوئی چیز گت کی آجائے مگر بولتی تو گنگار بجاتی۔“

منشی جی: ”یہ بات وہ بات اور پھر وہی بات یعنی میں نے ہر چیز عمدہ تلاش کی کم قیمت کی
 چیز۔ اکیلا کینا کان پر دیکھ کر لی اسی کا یہ (دراڑہ پردستک مٹی ہو) ایس۔۔۔۔۔ اے بھٹی
 کون صاحب ہیں؟“

آواز: ”مجوری مجباتی صاحب۔“

منشی جی: ”ارو بھٹی! تم نے کیا نام بتایا ہو۔ آواز کس کی ہے یہ۔“

بیوی: ”کوئی بھی نہیں مہی مزدور مو اکھڑا ہوا سوکھ رہا ہے۔“

منشی جی: ”ایس۔ لاول و لاوۃ۔ بھٹی۔ اتغفر اللہ یعنی اسے بھول ہی گئے۔ اب تک تو

مطلب یہ کہ اور معمولی چیزیں بھولا کرتے تھے آج اتنا بڑا آدمی بھول گئے۔ کمال ہے۔

وہ۔۔۔۔۔ دیکھئے پھر وہی شریاد آیا جو اس وقت بھی یاد نہیں آیا تھا اور اس وقت بھی

دماغ پریشان کر گیا کجخت اے کمال۔۔۔۔۔ انوس لے کمال۔۔۔۔۔ اے کمال انوس

ہوگا کچھ۔ تم مزدوری دیکر اُسے تو رخصت کرو۔“

بیوی: ”اب میں جاؤں اُسے مزدوری دینے۔“

منشی جی: ”اور نہیں تو کیا اُسے بلا لوں گا گھر کے اندر غیر مرد کو۔“

بیوی: ”مگر تم سے یہ نہیں ہوگا کہ خود مزدوری دیدو۔“

منشی جی: ”ٹھیک تو ہو یعنی اپنا خیال ہی تھا۔ تو وہ میں کیا کرنے والا تھا۔“

بیوی: ”خیر جو کچھ کہنے والے تھے اسکو تو بعد میں سوچنا مگر پہلے یہ فیصلہ کر دو کہ یہ چیزیں

واپس جائیں گی زبیری جان پر یونہی دھیر رہیں گی۔“

منشی جی: ”واپسی کی ضد نہ کرو خدا کے واسطے تمام بازار میں سنہی اڑ جائیگی کیا فائدہ

بھد کرانے سے۔“

بیوی: ”تو پھر یہ دام گئے یونہی۔“

منشی جی: ”دام کیوں گئے۔ داموں کی تو یہ چیزیں گئیں البتہ جھکو کنا چاہئے کہ یہ چیزیں

گئیں یونہی۔“

بیوی: ”اور وہ جو ہلدی دھنیا کھٹائی مرچ۔“

منشی جی: ”اصل میں وہ جو تم نے نمرت لکھوائی تھی وہ میں نے خدا جانے کہاں کھدی

اور جو چیزیں یاد رکھیں تھیں وہ لے آیا۔“

بیوی: ”اچھا خیر نوٹ کے باقی دام واپس کرو پھر دہنی کہ جھکو ہمالی کے میاں

کی خوشامدکنا پڑے گی۔“

منشی جی: "بس یہی میری چڑھ ہو۔ میں کہتا ہوں کہ انسان فاتے کرے، مٹی ملے، لٹکا
اسکا کھالے مگر دوسروں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے۔"

بیومی: "زندگی بھر پونہ مئے ہاتھ پھیلائے گئے ہیں اور یہ نہی خوشا مد کی گئی ہو مجھے کیا
خوشا مد کرنا اچھی لگتی ہو مگر تم جو کچھ گت نہ بناؤ تھوڑی سی ہے۔"

منشی جی: "بھئی دیکھو اس وقت نہ مجھے غصہ ہو نہ میں بحث کرنا چاہتا ہوں مگر تم ایمان
ایمان سے یہ تبادو کہ مجھے جو تم ہرقت کہا کرتی ہو تو اس میں ہتار سی کچھ زیادتی بھی ہوتی ہے
یا بس میرا ہی تصور ہو سرسبز میں پوچھتا یہ ہوں کہ مجھ کسخت میں آخر کو کیا عیب یا ہے کہ
تم خوش نہیں رہتیں۔"

بیومی: "اب تم لیکر بیٹھ گئے یہ دکھڑا اور مجھے ہو رہی ہو بکانے ریندھنے کی دیر دن بھر
تو تم نے بازار کے نذر کر دیا اب مجھے دام واپس دو تو میں کچھ انتظام کروں۔"
منشی جی: "دام تو خیر واپس مل ہی جائیں گے جس جس کی دوکان کو لیا ہو میں نے
سودا انہیں سے کوئی ابھی ایسا بے ایمان تو ہے نہیں کہ چند روپوں کے لئے مکر جائے مگر
سوال تو یہ ہے کہ -----"

بیومی: "مطلب کیا ہو ہتار کیا موئے پوپے بھی گئے۔"

منشی جی: "لاحول ولاقوة میں خود پریشان ہوں اوپر سے تم ایسی باتیں کرتی ہو۔ یہی مجھے
خود تعجب ہے کہ آخر میں نے نوٹ دیا کس کو ہے۔"

بیومی: "جلو بھٹی ہوئی نہ مرض ہا نہ موار بیض وہ تو میرا تھا اسی وقت ٹھنکا تھا۔"

تم مزدور کو مزدوری مجھ سے دلوار ہے تھے آخر تم نے سب سے پہلے کس کی دوکان سے سود لیا تھا۔“

فٹشی جی۔ ”سچان اللہ اپنے نزدیک پنو گویا بڑے پتہ کی بات کسی ہو حالانکہ اگر یہی یاد آجائے تو پھر کوئی بات بجاتی ہو لاکھ لاکھ دماغ پر زور دیتا ہوں کہ پہلے آٹا لیا تھا یا ڈلی مٹی سر لیا تھا یا کھٹا مگر کچھ یاد نہیں آتا۔“

بیومی۔ ”مگر سنو تو سہی۔ بیٹھ جاؤ ذرا ڈھنکے۔“
فٹشی جی۔ ”لو صاحب بیٹھ گیا۔“

بیومی۔ ”پہلی دوکان سے سود لیکر اگر تم نوٹ کے دائم ابس ملتے تو دوسری دوکان سے تم سود اکیسے لیتے۔“

فٹشی جی۔ ”مطلب بتا رہا ہے کہ پہلی دوکان سے اگر دام واپس ملتے نوٹ کے تو دوسری دوکان سے سود اکیسے لیتا۔ بات تو یہ معقول سی ہو۔ تو پھر گویا دوسری دوکان پر انوٹ۔“
بیومی۔ ”اب نوٹ کہاں سے آیا سوا۔“

فٹشی جی۔ ”تو پھر نوٹ میں کھا گیا گویا۔“

بیومی۔ ”پھر وہی غصہ۔ ذرا سوچو تو کہ نوٹ تو پہلی ہی دوکان پر بٹھن گیا اور نکو دام واپس مل گئے۔“

فٹشی جی۔ ”اچھا پھر؟“

بیومی۔ ”پھر یہ کہ ان ہی دامنوں میں سے تم نے باقی سود لیا ہیو گا۔ ہے نا۔“

منشی جی: ”اچھا اچھا کے جاؤ تم۔“

بیوی: ”تو اب باقی دام بھی تمہارے ہی پاس ہونا چاہئیں۔“

منشی جی: ”میرے پاس ہوتے تو کہاں جاتے۔ جب ہی میں لکھتا ہوں۔ مگر جیب میں تو۔۔۔

ایں۔۔۔ ہاں۔۔۔ اے یہ تو بیچ جج دام موجود ہیں بھلی خوب پتہ لگایا تم نے یعنی یہی جو مثل ہونا۔ بغل میں۔۔۔ بیچ میں۔۔۔ اونٹ کیا ہے وہ۔“

بیوی: ”بغل میں بچہ شہر میں ڈھنڈورہ۔“

منشی جی: ”ہاں ہاں بالکل وہی بات ہوئی تو پھر فرست بھی ہوگی جیب ہی میں۔“

بیوی: ”اور یہ ٹھہری میں کیا دبا لے ہوئے ہو؟“

منشی جی: ”یہ۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔ تو یہ تو وہی فرست ہو۔ میں بڑی دیر سے اس سے

کان کھجرا رہا تھا۔ مگر خوب ملی یہ بھی۔ تو پھر اب میں باقی چیزیں بھی لا ہی دوں۔“

بیوی: ”نہیں تم اب سنجھو جھکو۔“

منشی جی: ”اچھا اچھا بھائی خانا، لو یہ دام سنجھو بی بی جو ہلنڈورا ہی بھلا۔ تم کہتی

تھیں کہ میں کہا تو میں کھول جاتا ہوں مگر دیکھا تم نے۔“

(دروازہ پر فردوس کی پھر آواز)

فردوس: ”جھوڑ مل جاتی مجوری۔“

(پکٹے ہوئے جاتے ہیں)

منشی جی: ”آیا بھلی آیا۔“

فشتی جی نے سبق پڑھایا

منشی جی نے سبق پڑھایا

منشی جی کچھ چیزوں کو اٹاٹاٹ ہے ہیں کسی چرکی
سخت تلاش ہو خود ہی غصہ میں بڑبڑاتے جاتے ہیں

منشی جی۔ "لا حول ولا قوۃ۔ تو بہ ہے۔ لا حول ولا قوۃ۔"

بیوی۔ "کیا ہو آخر کچھ مجھے بھی تو معلوم ہو۔ یہ آخر ڈھونڈھا کیا جا رہا ہے؟
منشی جی۔ "اب منشی بھی ہو گئی کسبت تو نہ ملے گی معلوم نہیں تم بہ بات میں ٹانگ کیوں لڑا تی ہو۔"
بیوی۔ "سیر کیا ہو تم ڈھونڈھے جاؤ میں نے تو اسلے کہا تھا کہ شاید وہ چیز مجھ ہی کو معلوم ہو۔"
منشی جی۔ "تم کو؟ یعنی تم کو کیسے معلوم ہونے لگی میری چیز میں نے رکھی اور بتائیں گی آپ۔
خدا کی بھر کی آپ ٹھیکہ دار ہی تو ہیں جیسے۔"

بیوی۔ "اچھا اچھا ڈھونڈھو اور جب ڈھونڈھو تو ٹھیکہ دار کو بھی تمہیں قسم ہو کہ
مجھے نہ بتانا آج کا دن بھی تم یونہی برباد کر دو گے اور یہ بول پڑھانے کا وعدہ بس ڈر ملتا رہے گا۔"
منشی جی۔ "نینکی کا بدلہ ملا ہو صاحب یعنی اس وجہ سے میں اتنی دیر سو پریشان ہوں یہ چیز اٹ
پٹ کر دیکھ لی مگر معلوم نہیں میں کھا گئی یا آسمان کہیں تپہ ہی نہیں ہو۔"
بیوی۔ "قاعدہ؟ وہ تو میرے پاس ہے۔"

منشی جی۔ "بھروہی۔ قاعدہ نہیں صاحب عینک عینک ڈھونڈھو رہا ہوں کسبت خاں یہ کھاؤ"

اور آنکھیں منہ پر لگی ہیں اب سمجھ میں نہیں آتا کہ تیسری جگہ اسکی ہو کہاں سکتی ہو۔ ایسے بھٹی آنکھوں پر
رہتی ہو یا پھر خانہ میں گروہ تو نہ خانے میں ہونہ آنکھوں پر جانے کیا ہوئی۔
بیوی۔ ”عینک؟ (ہنسکر) عینک؟“

منشی جی۔ ”بچے صاحب اب یہ بے تکلیف منشی شروع ہوئی۔ میں پریشان ہوں سو پر سے اوڑھناں
دل لگی فرمائی جا رہی جو وہ جو ہوا مثل کہ کسی کا گھر تاپے۔۔۔ کسی کا کوئی جلے۔۔۔ کسی۔۔۔
اب بغیر عینک کے تو اب بھی یاد نہ آئے گا کچھ۔“

بیوی۔ ”کسی کا گھر جلے کوئی تاپے۔۔۔ تو کس کا گھر جلا اور کس نے تاپا۔“
منشی جی۔ ”میرا گھر جلا کہ عینک کھٹ گئی اور تم تاپ ہی ہو نیہنسی جو یہ تاپنا ہی ہو یاد کرو
ہوں کہ آخر عینک میں نے کہا کھی بھی مگر بس آنکھوں ہی پر یاد آتی ہو۔ نگاہ اتنی کمزور کہ بغیر
عینک کے عینک آخر ڈھونڈھیں کیسے۔“

بیوی۔ ”یہ کیا بات ہوئی۔ بغیر عینک کے عینک ڈھونڈھوں کیسے۔“
منشی جی۔ ”واسطہ پڑا ہو کر ڈھونڈھوں سے ایسے صاحب مطلب یہ کہ اگر عینک ہوتی تو اسکو
لگا کر عینک ڈھونڈھ لیتا آسانی سے۔“

بیوی۔ ”کیا باتیں ہیں تمہاری بھی عینک ہوتی تو مجھ وہ موٹی ڈھونڈھ لیں جاتی عینک لگائے
منشی جی۔ ”عینک کے بل پر مطلب عینک ہی نہیں بلکہ ہر چیز جو جو کھو جائے مگر اب تم یہ بحث لیکر
بیٹھ گئیں میں ڈھونڈھ رہا تھا عینک اور آپنے وہ شروع کر دی۔ وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ۔۔۔“
بیوی۔ ”بکواس۔“

منشی جی۔ "نہیں صاحب ہی جو وکیل لوگ کرتے ہیں۔ مانع میں ہو زبان پر نہیں کرتی۔"
 بیوی۔ "بحث کر رہے ہو تم۔"
 منشی جی۔ "لاحول لاقوۃ۔ وکیل کیا صرف بحث ہی کرتے ہیں، تم یاد تھوڑی دلاؤ گی اور بھی
 بھلا دو گی۔"

بیوی۔ "جرح۔۔۔۔۔"
 منشی جی۔ "جرح۔ جرح۔ تو جرح کی یہاں کیا بات تھی اور یہ تم ہنسے کیوں جا رہی ہو یعنی
 میں پاگل ہوں۔"

بیوی۔ "ہنس یہ ہی ہوں کہ تم آخر ڈھونڈھ کیا ہے ہو۔"
 منشی جی۔ "بھرو ہی عینک عینک چشمہ چشمہ۔ اب میں اپنا سر پیٹ لوں گا۔"
 بیوی۔ "ہنس کر) سچ مچ تم ٹھیا گئے ہو۔ ماتھے پر تو دیکھو۔"
 منشی جی۔ "ایں۔۔۔۔۔ لاقول لاقوۃ۔ یہ تو وہی شل ہوئی۔ غیر شل جانے دو۔ اقاعدہ
 لائ بھی چکو۔"

بیوی۔ "تو کیا اس وقت پڑھاؤ گے۔"
 منشی جی۔ "اور کب پڑھاؤں گا، پڑھنے سے جی پڑا ناٹھیک نہیں ہو لاؤ قاعدہ اٹھو جاؤ۔"
 (بیوی جاتی ہیں)

(منشی جی خود ہی بڑبڑاتے ہیں) "پڑھنا شروع کیا نہیں اور جان پڑانے لگیں پڑھ چکیں۔
 (آواز دیکر) ارے اب بھی چکو قاعدہ۔"

بیومی: "الف خالی بے کے نیچے ایک نقطہ تے کے۔۔۔"

منشی جی: "پھر وہی جلدی۔ کیا میں بھاگا جا رہا ہوں یا آندھی آ رہی ہو آخر مصیبت کیا ہو
جب تک خود ہی پڑھنا آتا ہو تو مجھے بیکار رکھو نگوار ہی ہو۔"

بیومی: "تو تم پڑھا ہی بیکار رہے ہو دورق تویر سے پڑھے ہٹے ہیں پہلے کے۔ اب
دورق اُلٹی ہو یہاں سے پڑھاؤ۔"

منشی جی: "یہاں سے پڑھاؤں ایک دم سو تو نہیں پڑھا سکتا اب کیا مجھے اتنا یاد رکھنا ہو قاعدہ کہ
بج ادھڑیں سو پڑھنا شروع کر دوں یہ ہو کیا۔ اور کبھی زبر لگے ہیں نیچے بھی اور پیش بھی ہیں۔
بیومی: "الف دوزِ بران دوزِ بران دو پیش اُن۔"

منشی جی: "نُون کہاں ہو اسیں جو اُن۔ اُن۔ اُن پڑھ گئیں لمبے قابلیت کے۔"

بیومی: "تو پھر یہ کیا ہو بھئیائے چھٹپن میں پڑھا تھا تو اُنھوں نے یہی بتایا تھا۔"

منشی جی: "پڑھے ہوئے گو یا ایک زندگی ہو گئی کچھ بھی تو یاد نہیں رہا۔ مگر یہ ایک ہی حرف پر
دوزِ بران اور دوزِ بران دو پیش۔۔۔ کیا ہو سکتا ہے یہ۔"

بیومی: "اے ہے۔ تم پڑھاؤ گے کیا خاک جعبہ دہی کچھ یاد نہیں ہو۔"

منشی جی: "کیا مطلب یعنی اب میں کچھ کپڑا ہوا قاعدہ بھی یاد رکھتا ہوں یہی مطلب ہے
آپ کا آدمی نہ ہوا یادداشت ہو گیا ہے خوش۔"

بیومی: "بھئیائے تو کما تھا جب دوزِ بران دوزِ بران دو پیش کسی حرف کے لئے دیے جاتے
ہیں تو نون کی آواز پیدا ہوتی ہے۔"

منشی جی۔ "واہیات۔ پھر آخروں کی کیا ضرورت تھی۔ بڑے قابل ہیں نا آپ کے بھائی صاحب کوئی ان عقل کے دشمن کو بچھے کہ آخر یہ فون کس مرض کی دوا ہو۔ یہ یقیناً۔۔۔ یقیناً۔۔۔ مگر یقیناً بھی تو دوزخ برسر لکھا جاتا ہو۔۔۔ اداں۔۔۔ ہوں۔۔۔ اچھا صاحبان لیا کہ ٹھیک ہو مگر یہ ایک ہی حرف پر زبر زبر اور پیش کے کیا معنی۔"

بیوی۔ "اب میں کیا جانوں کیا معنی۔ طرح پڑھاؤ گے تو پڑھا چکے تم اور ٹیڑھ چکی میں۔" منشی جی۔ "لا حول ولا قوۃ۔ اے صاحب پہلے مجھے تو سمجھ لینے دیجئے۔ یہ بات کیا ہو سکتی ہے۔ اور۔۔۔ اور۔۔۔ اور یہ پیش نیچے کیسے لگے ہوئے ہیں پیش کہیں نیچے بھی ہوتے ہیں۔" بیوی۔ "نیچے کہاں اور یہی تو ہیں۔"

منشی جی۔ "کہاں ہیں پیش انگلی رکھو۔۔۔ ہاں یہ۔۔۔ تو یہ نیچے ہیں یا اوپر۔" بیوی۔ "اوپر تو ہیں ہی۔ تم اُدھر سے دیکھ رہے ہو اُدھر سے تو نیچے دکھائی ہی دیں گے۔" منشی جی۔ "اِس۔ ہاں یہ تو اُٹا ہوا اُدھر سے قاعدہ۔ تم میرے سامنے سیدھا رکھ دو۔" بیوی۔ "اور میں جو پڑھنے والی ہوں تو میرے سامنے اُٹا ہے۔"

منشی جی۔ "یہ تو بڑی مصیبت ہو صاحب! کیا ایک کے سامنے تو اُٹا ہے ہی گا۔ اُدھر سے بیٹھ کے اگر میں اُٹا پڑھا گیا تو کیا ہوگا۔"

بیوی۔ "تو یہ جو ذرا سی بات سمجھ میں نہ آتی۔ لے تم بھی اسی طرف آ جاؤ نا۔" منشی جی۔ "ذرا توجہ پا کر دغور کرنے کا تو موقع ہی نہیں دیتیں کیا میری سمجھ میں یا جانیں آ سکتی تھی اٹھ کر بیوی کی طرف جاتے ہیں اداں اب پڑھو۔ انگلی نہ ہٹے کتاب کے اوپر سے۔"

کیا پڑھ رہی تھیں۔

بیومی: "الف دوزیر ان دوزیر ان دوشیش اُن۔ بے دوزیر بن۔"
منشی جی: "آخر میں کس مرض کی دوا ہوں جو تم کو پڑھانے بیٹھا ہوں مجھے بھی تو کہنے دو
بے دوزیر بن۔۔۔ دوزیر۔۔۔ دوزیر۔۔۔ وہ الف دوزیر کیا ہوا تھا؟"

بیومی: "اِن ہوا تھا۔"

منشی جی: "اِن ہوا تھا نا۔۔۔ تو۔۔۔ تو یہ ہوا بے دوزیر بن۔ یعنی بے دوزیر بن
دوزیر بن دوشیش بن۔ کیوں یہی نا؟"

بیومی: "یہی تو میں بھی پڑھ رہی تھی۔"

منشی جی: "تو اگر میں نے بتا دیا تو کونسی قیامت آگئی صاحب میں پڑھا رہا ہوں اور آپ
پڑھ رہی ہیں۔ پہلے قاعدہ اُلٹ رکھا تھا اب باغ تو نہ اُلٹاؤ۔۔۔ اچھا اب آگے کیا ہو۔"
بیومی: "تے دوزیر۔۔۔"

منشی جی: "تے دوزیر تن۔۔۔ تن۔۔۔ ٹھیک ہر تن۔ تے دوزیر تن۔ تے دوشیش۔۔۔
دوشیش۔۔۔ دوشیش کیا ہونا چاہیے۔ اب چپ ہیں۔ اسے صاحب تے دوشیش کیا ہونا چاہو؟"
بیومی: "میں کیا بتاؤں۔ پڑھا ہے ہو تم اور بتاؤں میں۔"

منشی جی: "بھئی اس خدمت خدائے تیرے پڑھنا ہو چکا۔"

بیومی: "میں پڑھتی ہوں تو بُرا مانتے ہیں اور چپ ہیں تو خدمت خدا۔"

منشی جی: "خدمت خدا تو ہے ہی دینی پہلے پڑھ رہی تھیں اب میں کہتا ہوں پڑھو تو کہتی ہیں

کتنی نہیں ملکہ کچھ نہیں کہیں۔۔۔۔۔ چُپ ہیں۔ کُم کُم ٹپٹپی ہیں۔ یہ تو وہی ہوا کہ ایسی ضد بھی۔۔۔ کیا ٹھکانا ہو۔۔۔ ضد کا کیا ٹھکانا ہو۔۔۔ اے صاحب ہی شر کہ مسلمان کا فر ہو گیا اور کافر مسلمان کیا ہے وہ۔ آخر پڑھونا۔

بیوی۔۔۔ تے دو پیش تُن۔

منشی جی۔۔۔ تُن؟۔۔۔ میں پوچھ رہا ہوں شر اور وہ کہتی ہیں تُن۔ خیر چھوڑو شر کو شر پڑنا تو میری قسمت ہی میں نہیں ہو اور نہ تم پڑھی لکھی ہو کہ موقع کے شر پڑھ دیا کرو۔

بیوی۔۔۔ پڑھی لکھی کہاں سے ہوتی پڑھایا بھی تھا تم نے کبھی اور تم پڑھے لکھے ہو تو کون سے شر پڑھ لیا کرتے ہو مگر شوق بہت ہو چاہے پڑھے جائیں یا نہ پڑھے جائیں۔

منشی جی۔۔۔ شوق۔۔۔ اے صاحب اس میں شوق کی کوئی بات ہو یہ تو گفتگو کی خوبی ہو کہ بیچ بیچ میں شر پڑھے جائیں مگر وہ کجبت یاد ہی نہیں ہے اور بعد میں سب یاد آجاتے ہیں موقع جتنے کہو شر پڑھ دوں۔

بیوی۔۔۔ اچھا خیر ہوگا۔۔۔ تو۔۔۔ تے دو پیش تُن۔

منشی جی۔۔۔ ہاں تے دو پیش تُن۔۔۔ آگے چلو اس قاعدہ میں آگے کو ناسا حرف دیا ہو۔

بیوی۔۔۔ تے کے آگے جو ہوتا ہو وہی حرف ہوا میں بھی۔ یہ کوئی دُنیا سے زالا قاعدہ ہو۔

منشی جی۔۔۔ پھر وہی خیالت کی باتیں ایک بات اگر نہیں معلوم ہو تو آدمی چُپ ہی رہے۔

مگر نہیں معلوم ہوا یہ معلوم ہو بولیں گی ضرور ہر قاعدہ میں لیکساں لفظ نہیں ہوا کرتے اب اس میں بے کے بعد تے ہو ایک لہجہ سے ایک حرف بیچ میں کچھ بھوٹ سا گیا ہے۔

بیوی۔ ”حرف بھوٹ گیا ہے؟“

فشی جی۔ ”ہاں ہاں دیکھو بھلا سا اسکا نام ہو الف۔۔۔ بے۔۔۔ تے۔۔۔ تے۔۔۔ ادنہ
اب یاد تھوڑی آئیگا کبھی اسوقت ضرورت ہو نا میں جیسے آنکھ مچولی کھیلتا تھا ہو
وہ حرف الف۔۔۔ بے۔۔۔ تے۔۔۔ تے۔۔۔ لاجل ملا قوتہ، ذرا ایک پاؤں بنا دو تو شاید
یاد آجائے۔“

بیوی۔ ”نواب قاعدہ اٹھ کے رکھ دے اور پاؤں ان کھول کر بیٹھ رہوں۔“
فشی جی۔ ”پھر وہی بحث الف کے بعد بے۔۔۔ بے کے بعد تے۔۔۔ اور تے کے بعد
۔۔۔ تے تے تے۔۔۔ پس اب جی چاہتا ہو کہ اپنی جان دیں یا اس حرف کو ایسی جگہ پر
جہاں پانی نہ ملے۔“

بیوی۔ ”تو آخر اسٹیٹ ایسی جلدی کیا ہو کہ وہ حرف یاد ضرور آجائے اے اسوقت یا نہیں
آ رہا ہو تھوڑی دیر میں یاد آجائے گا۔“

فشی جی۔ ”اور اتنی دیر تک تم چاہے مجھ کو جاہل سمجھتی رہو۔ تم سمجھتی ہو گی کہ ایک حرف کیلئے
میں نے اتنا بڑا جھوٹ بولا ہو بھٹی میں شبن کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔“

بیوی۔ (بات کاٹ کر) دیکھو میں نے تمہارا جو کہ اور چاہے جو کچھ کرنا مگر کبھی شبن کی قسم
نہ کھانا۔“

فشی جی۔ ”تو کیا میں جو بی بی منہ مار رہی ہوں۔ یہ تو حال ہو میرا اس گھر میں کہ اپنے ہی گھر میں
اپنی ہی اولاد کی سچ شبن کہہ کر کھا کھا گویا میرا کوئی حق ہی نہیں ہے۔“

بیومی۔ "حق کیوں نہیں مگر بچے کی قسم کھانے سے کیا حاصل کیا میں بتا رہی بات کا یقین نہیں کرتی جو تم قسم کھاؤ۔"

منشی جی۔ "اب مجھ سے قسم لیلو جو تم نے یقین کیا ہو تب تک کی قسم پر جو تم بُرا مانی ہو۔ اسکے معنی یہ ہیں۔ معنی یہی ہیں۔۔۔ کیا معنی ہیں؟"

بیومی۔ "اب میں کیا جانوں کیا معنی ہیں خود ہی بے تکلی بات کہتے ہو اور خود ہی جواب مانگتے ہو تمہاری کسی بات کا بھی سر پر ہے۔"

منشی جی۔ "اسکے معنی یہ ہیں۔۔۔۔۔ یہ ہیں۔۔۔ ٹھیک ہو۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ تم جھوٹا سمجھتی ہو بیومی۔" بیکار رہی بیکار کو اپنے دل میں سمجھ لیا کہ میں جھوٹا سمجھتی ہوں مگر جھوٹ ہوا سچ تھا شبنم کی قسم تو کبھی بھی نہ کھانے دوں گی۔"

منشی جی۔ "یہ۔۔۔۔۔ یہی تو میں بھی کھلوانا چاہتا تھا آخر آپ قسم کیوں کھانے دیں گی کیا میں اسکا بائپس ہوں کیا وہ میرا بیٹا یعنی لڑکا یعنی اولاد نہیں ہو۔"

بیومی۔ "تو یہ ہوا اللہ بس کہدیا میں نے کہ بچوں کی قسم کھانا کوئی اچھی بات نہیں ہو۔"

منشی جی۔ "جھوٹی قسم کھانا ایسا سچی؟"

بیومی۔ "کیسی بھی ہو آخر قسم کھانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟"

منشی جی۔ "ضرورت۔۔۔ ضرورت یہ ہو کہ پھر میں کیسے کہوں کہ میں سچ بول رہا ہوں۔"

بیومی۔ "کیا سچ بول رہے ہو؟"

منشی جی۔ "اِس۔۔۔۔۔ کیا سچ بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ یہی کہ۔۔۔۔۔ یہی کہ۔۔۔۔۔ آخر

کس بات کا ذکر تھا۔

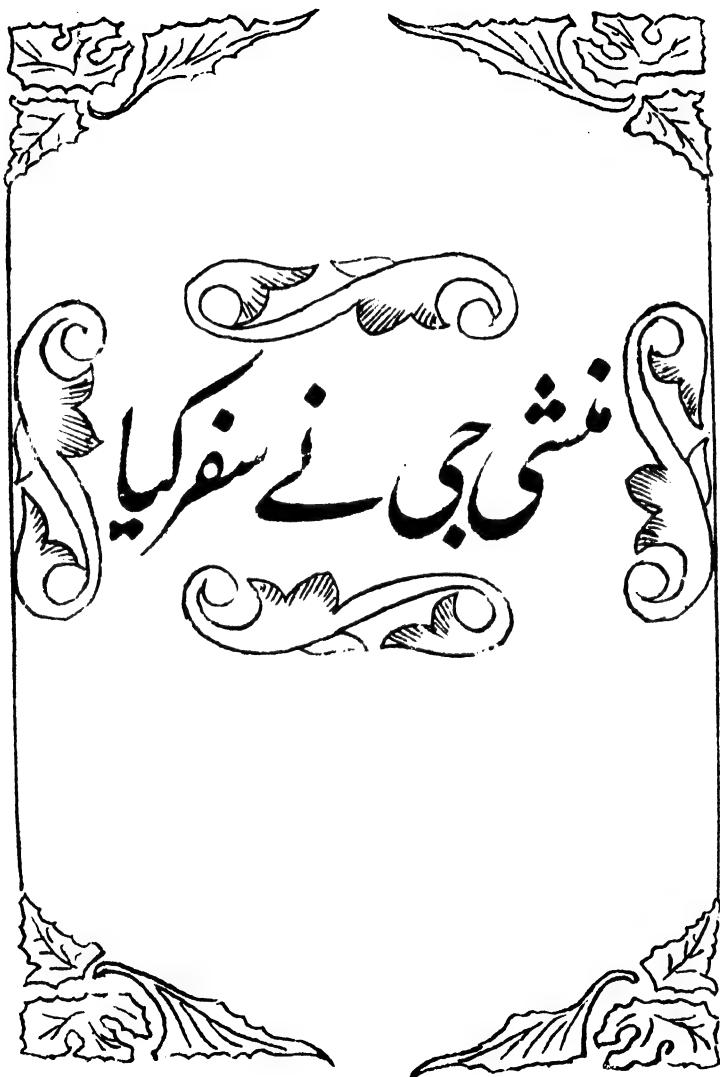
بیوی۔ "بس تم کھانیکو تیار ہو گؤ اس مضموم کی اور یہ بھی یاد نہیں کہ کس بات پر تم کھا رہے ہیں۔"
منشی جی۔ "اجی یاد کیوں نہیں ہو ذرا سہلے دو تو ساری بات یاد آ جائے یاد نہ ہو سکی ایک ہی کھی۔"
بیوی۔ "تم یہ کہہ رہے تھے کہ اس قاعدے میں کچھ حرف غائب ہیں۔"

منشی جی۔ "ہاں ٹھیک ہے۔ یاد آ گیا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ حرف غائب ہیں اور دماغ پر کچھ ایسی مار
پڑی ہو کہ بس یہ یاد نہیں آتا کہ وہ حرف ہیں کون سے اور کہاں سے غائب ہیں۔"

بیوی۔ "تو آخر اپنی سی بات میں قہقہہ کی کیا ضرورت ہو تم نے کہا میں نے یقین کیا جلد نصہ تم۔"
منشی جی۔ "مگر دماغ کی حالت دیکھو تو سہی اب تم تو خیر اپنی بیوی ہو یقین کر ہی لو گی مگر دیا کو
کیسے یقین آ سکتا ہو کہ میں حرف بھول گیا ہوں گا۔"

بیوی۔ "دماغ تھا تو خیر ہمیشہ ہی سے ایسا مگر اب تم روز بروز بکتے جاتے ہو۔"
منشی جی۔ "خیر وہ تو دیکھا جائیگا مگر اب جیسے ایک الجھن سی ہو کہ وہ حرف غائب کون سے ہیں دماغ کو
جیسے کھوج سی پڑ گئی ہو۔۔۔ مگر سنو تو ذرا تم لپکے پڑوسن کے یہاں جاؤ اور ان سے پوچھو کہ
کون سے حرف غائب ہیں وہ خود بتا دیں گی یا اپنے میاں سے پوچھ لیں گی۔"

بیوی۔ "اب میں نہیں باقی پوچھنے وہ بھی سنیں گی کہ لو اور سنو حرف غائب ہو گئے۔"
منشی جی۔ "اب مطلب؟ گو یا نہیں ہوئے غائب۔۔۔ اسی کو کہتے ہیں کہ تم جھوٹا سمجھ رہی ہو۔"
بیوی۔ "اچھا اچھا میں ابھی پوچھے آتی ہوں۔ ایک بات کے ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ جاتے
ہیں زندگی غلاب کر رکھی ہو (جاتی ہو اور کستی ہو فی جاتی) ہرقت کی بیٹی لی جھکا جھک



منشی جی نے سفر کیا

گھنٹہ آٹھ بجتا ہوا منشی جی گنتے جاتے ہیں کہ یکایک
بچہ بچہ کچل کچل جاتے ہیں اور بیوی کو آواز دیتے ہیں

منشی جی: "لا حول و لا قوۃ۔ کہہ کر گئیں۔ وہاں سب کچل گیا اور وہ ہیں کہ ناشتہ ہی
تیار ہو رہا ہو (زور سے) ارے میں نے کہا سنتی ہو۔"

بیوی: "دورے! اب کم تو ناشتہ بھجھو دوں۔ (آتی ہیں نزدیک کر) ناشتہ کے لئے
ہاتھ پیر نہ بھٹلا نا میرے واہ ایک پیر ہوا چو لھے کے پاس ہو اور ایک سہاں اکیلی میں اور جلدی کا
کام آخر میں اس ہاتھ پیر کیسے لگا لوں۔"

منشی جی: "اور۔۔۔ اور جو ناشتہ سے زیادہ کوئی ضروری بات ہو تو آخر تم ہی تباہ کر
میں کس سے پوچھوں اور کون بیٹھا ہو میرا اس گھر میں! اور تم ہو کہ بات بات پر غصہ آتا ہو وہی
جو شعر ہے۔ تمکو غصہ آتا ہو۔۔۔ نہیں وہ دیکھو۔۔۔ ہاں۔ تمکو آتا ہے۔۔۔ اُنھ
خیر۔۔۔ مطلب یہ کہ بس غصہ لیلو تم سے۔"

بیوی: "ابھا تو ناشتہ رہنے دوں اور اطمینان سے بیٹھ کر تمہاری بات سنوں؟"
منشی جی: "ابھا بھائی! ابھا تم تو اکیلات کے پیچھے بڑھ کر ایسے حواس کھوتی ہو کہ اب
بھکھو یا دیکھی نہیں کہ کہ کیوں بلایا تھا۔۔۔ جاؤ ناشتہ تیار کر دو وقت اب بالکل نہیں ہے

ابھی گھنٹہ..... دیکھئے اب یاد آیا کہ بلایا اسلئے تھا کہ ابھی گھنٹہ بس کچھ بچا ہو میں نے
کہا کہ شاید تم بھی گن ہی ہو تو تم سے پوچھ لوں گا کہ کیا بچا ہوا در تم ہو کہ آئیں وہاں سے
غصہ کرتی ہوئی۔

بیوی۔ ”میرے پاس تو گھنٹہ کی آواز گئی نہیں۔ تم نے خود جتبہ بنا تھا تو پھر پتھر کیوں
منشی جی۔ ”ناکیا خاک تھا۔ یہ سخت گھنٹہ تھوڑی بجاتے ہیں گھوڑ دوڑ کرتے ہیں گھوڑ دوڑ
کہ جب تک آدمی کو پہاڑ سے زیادہ ہلے گن ہی نہیں سکتا جھپٹک گن پایا تھا کہ نہ جانے کیا کیا
بچا ہوا چلا گیا۔“

بیوی۔ ”تو بہت سے بھی منڈیر پر دھوپ کی ہو آٹھ بجے ہوں گے۔“
منشی جی۔ ”کیا مطلب اے بھئی آٹھ کیسے بچ سکتے ہیں جھپٹک تو میں ہی نے گنا تھا
اور اسکے بعد آٹھ دس گھنٹے اسنے اور بچائے ہونگے میرے خیال میں تو اب جانا ہی چاہیے
کہیں یہ ہو گئی اور گاڑی چھوٹ گئی تو بس ناشتہ نہی ناشتہ رہ جائیگا! اور وہ جو ترکہ مل رہا ہے
سب ہزارہ چلے گا۔“

بیوی۔ ”گاڑی کیسے چھوٹ جائیگی آٹھ بجے ہیں یا ون بجے گاڑی چھوٹی ہو مگر تم اپنی حالت
سے مجبور ہو اچھا چلو ناشتہ میں بتی ہوں مگر اور سامان بتا رہا کہاں ہے۔“
منشی جی۔ ”اور سامان۔ اور صاحب رسامان ہی کیا ہو یہاں سب کچھ لٹکا دینا وہاں کجا
ایک جوڑا بدن جو اسکے لئے ایک تین نکال لی ہو وہ دیکھو اور ایک۔“
بیوی۔ ”تو کیا تین کو بھی ساتھ لیاؤ گے؟“

فشتی جی۔ "شبن؟ یہ کس نے کہا کہ شبن کو لجاؤں گا اب اسکو نہ لگا دینا میرے پیچھے ہیں خود ہی پریشان ہو رہا ہوں کہ ریل کا سفر ہو پہلا اتفاق۔ بے لگام سواری دیکھئے کیا ہوتا ہو اوپر سے دُم چھلا لیکر چلوں میان شبن کو۔"

بیومی۔ "تو پھر اسکی فتیں کیوں نکالی ہے اور وہ کیا ہے۔"

فشتی جی۔ "وہ تو خیر شیروانی ہو میری ہرئی الی۔ مگر شبن کی فتیں آخر میں کیوں نکال لایا۔ تم سے بچاؤ نہ کیا ہو کہ کپڑوں پر نام لکھ دیا کرو۔"

بیومی۔ "اور یہ بھی لکھ دیا کروں کہ یہ پا جامہ ہو اسکو شیروانی نہ سمجھا۔"

فشتی جی۔ "کیا مطلب؟ پا جامہ کو شیروانی نہ سمجھا۔ تو کون سمجھ رہا ہو۔"

بیومی۔ "تم ہی سمجھ رہے ہو۔ خدا دیکھو اس شیروانی کو ابھی طرح کہ یہ کیا ہے۔"

فشتی جی۔ "اے۔۔۔۔۔ یہ تو۔۔۔۔۔ یہ تو کچھ اور ہو یہ تم نے میری شیروانی کا کیا کر دیا اب یہ پسینے کیسے جا نیکی بھی؟ یہ تو۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔ الٹی سیدھا جامہ۔۔۔۔۔ پڑھ سچا ہو کہ جکا نہیں لٹ۔۔۔۔۔ اُونھ۔۔۔۔۔ مطلب یہ کہ یہ کیا واہیات۔"

بیومی۔ "اچھا خراب اُسے نوچو کھسوٹو نہیں چلے ہیں چچا کا ترکہ لینے اور حال یہ ہو کہ پا جامہ اور شیروانی تک میں تمیز نہیں۔"

فشتی جی۔ "بھئی تم تو اپنی خطا بھی میرے ہی سر تھوپتی ہو آخر تم نے اسکو شیروانی کے پاس رکھا ہی کیوں تھا وہ تو کوکو میں نے تم کو ہتیار کر دیا اسوقت نہیں تو تم خود میری شیروانی اپنے لئے نکال لاتیں۔۔۔۔۔ مگر افوہ۔۔۔۔۔ اب تو گاڑی چھوٹ بھی گئی ہو گی تم ان ہی فتوں میں

پڑی رہنا۔

بیوی۔ "یہ میں پڑی ہوئی ہوں قصوں میں کہ تم خود اُٹا سیدھا سامان درست کر لے ہو
اچھا بستر کے لئے کیا لیا ہو تم نے۔"

منشی جی۔ "اب میں کیا جانوں کہ اس میل کجست پر کیا کیا جاسکتا ہو تم نے سفر کیا ہو تو تم کوئی
بات بتاتی ہی نہیں ہو پڑیس کل جانا ہو اور تم اسکو بھی مذاق سمجھ رہی ہو۔"

بیوی۔ "تم ہاتھ پیر نہ پھلاؤ تو سب بھی ٹھیک ہو جائے ناشتہ تیار رہی ہو میں بستر بچھیک
کئے دیتی ہوں۔ لاؤ وہ درمی اور روزنی اٹھاؤ اُدھر سے۔"

منشی جی۔ "پھر وہی بے ڈھنگا پن اسے صاحب پہلو ایک فرست لکھو اُدو مچھو کہ میرے
ساتھ کیا کیا جائے گا؟"

بیوی۔ "فرست؟۔۔۔ اب یہ بیوی فرست کیا ہوگی؟

منشی جی۔ "میں کھاؤں گا فرست کو۔ جب تک بخت نہ کہو تم کو جین بھوڑی سکتا ہوا درجہ
سفر میں کوئی چیز کھو گئی تو پھر مجھ سے نہ پوچھنا۔"

بیوی۔ "میرا کیا ہو تم فرست لکھو یا کچھ کرو مگر میں نے آج تک فرست لکھنے کسی کو نہیں
دیکھا تھا اچھا کھوان تکیوں کو، دو تکیے۔"

منشی جی۔ "دو تکیے خورد اور ایک گاؤ تکیہ۔"

بیوی۔ "گاؤ تکیہ؟۔۔۔ اب یہ مواگاؤ تکیہ بھی لاؤ کر لجاؤ گے؟"

منشی جی۔ "بتا رہا مطلب یہ ہو کہ پڑیس میں جا کر بھی دیوار سے پیٹھ لگا کر بھیک مانگو کیلئے"

بیٹھوں۔ تم تو چاہتی ہو کہ میں ہر طرح ذلیل سمجھا جاؤں ہر جگہ۔
 بیوی۔ اچھا اچھا خطا ہوئی مجھ سے تم کاؤ نکلیے بھی لیجاؤ اور تباؤ۔
 غنشی جی۔ اور وہ۔۔۔۔۔ دیکھو وہ۔۔۔۔۔ کین ہوتا ہو وہ۔۔۔۔۔ قالین۔۔۔۔۔ ایک قالین
 سُرخ بھولدار۔

بیوی۔ اب تم سخت بھی لکھو ادا گئے؟
 غنشی جی۔ بیچے اپنے اوقات شروع ہو گیا۔ دہان لیل چھوٹ رہی ہو اور یہاں دل لگی ہو رہی ہے۔
 بیوی۔ دل لگی میں کر رہی ہوں کہ تم، ایک دن کے لئے جائے ہیں اور موانگاؤ نکلیے بھی جائے اور
 قالین بھی ہتھاری تو ہر بات بنیاسے زالی ہو۔ ایک جوڑا کپڑا لیلو اور کچھ اوڑھنے سمجھانیکو چلو بھی۔
 غنشی جی۔ بس تم نے کدیا اور چھٹی ہو گئی! اے صاحب! کیدن کیلچو جانا ہو یا دس دن کیلے
 مگر ہو تو پردیس کا معاملہ نہ جانے کیا بات پیدا ہو جائے میرا خود ہی اکیلے جانیکو دل نہیں جاتا۔
 اچھا میں نے کہا اگر تم بھی چلو تو کیا ہرج ہو۔ بھئی ایک سے۔۔۔۔۔ دو سے۔۔۔۔۔ کچھ کھلی سی
 شل ہو۔۔۔۔۔ ہاں تو جلد نہ تم بھی۔

بیوی۔ لو اور سنو اب میں بھی چلوں بھتیں آخر ہو کیا گیا ہو۔ کیا آسان ہو میرا جانا کسی چیز کا
 ٹھیکہ نہ ٹھوڑا اور میں جا کے آخر کروں گی کیا۔

غنشی جی۔ بھئی تم سے بڑے کام نکلیں گے۔ تم کہتی ہو کہ کاپنور کے اسٹیشن پر اتر پڑنا اگر
 تم ہو گی تو یاد تو دلا دو گی کہ یہاں اترنا ہو اور یوں جانے میں کہاں اتر پڑوں مناسب یہی ہو کہ تم
 بیوی۔ اے تو اس میں یاد رکھنے ہی کی کونسی بات ہو جب کاپنور کا اسٹیشن آئیگا تو ہمیں خود یاد آجائیگا

کہ یہی کانپور ہو اور یہیں اترنا ہے۔“

منشی جی۔ ”کیسی بچوں کی سی باتیں کرتی ہو۔ آخراں ان ہی تو ہوں اور جو میں ہو گیا یا نظر چوک گئی یا ایسی ہی کوئی بات ہو گئی تو یہ سمجھ لو کہ کہیں کے بھی نہ ہے ترکہ بھی گیا اور خود بھی گئے۔ میری خیال میں تو تم جلد ضرور ہمتا لے بغیر میرے بس کل روگن نہیں جو کہ اتنا لبا سفر کروں۔“ بیوی۔ ”تم تو ایسی باتیں کرتے ہو کہ جو سننے وہ بھی ہنسے کانپور جانے والے سیکڑوں سا فرہنگو بس کسی کے ساتھ ہو جانا جلد چھٹی ہوئی۔“

منشی جی۔ ”اے۔۔۔۔۔ یہ تو تم ٹھیک کہتی ہو۔۔۔۔۔ بالکل ٹھیک چلو یہ بات تو خوب تم نے سوچی کیوں نہ ہو آخر میری ہی تو بیوی ہو! چھاب تم گھر سے لیکر کانپور تک کی سی باتیں ذرا سمجھاؤ اچھی طرح سمجھا دو! چھاب جیسے میں چلا گھر سے۔“

بیوی۔ ”گھر سے چلے تو ناگہ کیا تم نے اسٹیشن تک کا اور پہنچے اسٹیشن۔“

منشی جی۔ ”یوں سمجھاؤ گی تو سمجھا چکیں تم نے یہی اسباب بھول گئی ہیں تم کو زیادہ تو جھکوا دو۔“ بیوی۔ ”تو یہ ہوا ایک ایک بات کہنا تک سمجھاؤں گی میں۔ یہ تو مولیٰ کی بات ہے کہ اسباب لیکر ہی جاؤ گے! چھاب تو اسٹیشن پہنچا ناگہ والے کو کرایہ اور قلی کو سامان دینا۔“

منشی جی۔ ”اور خود ماتہ ہلاتے ہوئے گھر لوٹ آنا۔ یہ آپ سمجھا رہی ہیں کہ گھاس کاٹ رہی ہیں! رو بھٹی میں نے اگر سفر کیا ہوتا تو میں بس کو پہچانتا بھی کرایہ تو خیر ناگہ والے کو دیدیا اور یہ اسباب کن بزرگوار کو دلوا یا ہے آپ نے۔“

بیوی۔ ”تم سے بھی بس تو یہ ہو۔ میرا شبنم سے اچھی طرح سفر کر لے! اسباب قلی اٹھا کر

ریل میں لکھے گائے نیلے نیلے اسکے کپڑے ہوں گے اور وہ خود دوڑیگا متاری بابا لینگ کو
 فٹشی جی۔ سبحان اللہ۔ یہ کونسی عقلندی ہو کہ نیلے کپڑے پہنکر اگر کوئی میرزا بابا کی طرح
 دوڑے تو میں اسکو اسباب بدوں اور جو وہ کوئی چور اچھا ہو۔“

بیوی۔ (ہنس کر) سچ مج تمہاری باتیں سننا سے زانی ہیں یا بھی کون ہوگا جو قلی کو نہ
 جانتا ہو۔“

فٹشی جی۔ ”بھئی! بھئی! زبردستی ہو یعنی میں نہیں ملا ہوں ان حضرت سرکھی تو آخر اس میں
 ہنسنے کی کونسی بات ہو کچھ ان کی تعریف کرو مجھے سمجھاؤ ذرا ٹھیک ٹھیک بتاؤ مجھے تم کو بھی
 غصہ کرتی ہو کبھی مذاق اور میں پشیمان ہوں اس کجبت سفر سے۔“

بیوی۔ سمجھا تو رہی ہوں دیکھو قلی اسٹیشن کا مزدور ہوتا ہے۔“

فٹشی جی۔ ”ایس۔۔۔۔۔ مزدور۔۔۔۔۔ لالوں لاقوۃ میں بھی کہوں کہ اتنی دیر سے یہ کس کا
 نام بڑے ادب لے رہی ہیں تم بھی تو انگریزی بولنے لگتی ہو مجھ سے اچھا اب میں سمجھ گیا کہ
 قلی مزدور ہوتا ہے دیدیا اسکو سامان اچھا صاحب بھر۔“

بیوی۔ ”پھر کیا بس کا بنور کا کلٹ لیکر ریل میں بیٹھ گئے۔“

فٹشی جی۔ ”پھر وہی اب تم کہہ دو گی کہ کا بنور ہو چنگے چلو چھٹی ہوئی تو سوال یہ ہے
 سوال یہ ہو۔۔۔۔۔ سوال یہ ہو کہ۔۔۔۔۔ کیا ہونا چاہئے یہاں سوال۔“

بیوی۔ ”کلٹ لینے کی جگہ قلی بتا دیگا اور وہی تنکو گاڑی میں بٹھا دیگا۔“

فٹشی جی۔ ”تو یہ کہو کہ اصلی چیز قلی ہوتا ہو میں کہتا ہوں کہ ایک قلی کو ساتھ ہی کوئی

لیجاؤں۔"

بیومی۔ "ہنس کر قلی کو۔۔۔ (پھر ہنستی ہو) قلی کو ساتھ لیجاؤ گے۔"

منشی جی۔ "اچھا صاحب! منہس ہی لیجے اور جی کھول کے منہس لیجے! یعنی اسپن منہس
کی کونسی بات ہو قلی کو اگر ساتھ لیگیا تو وہ بتا تو دیکھا کہ یہی جو وہ۔۔۔ وہ وہی جہاں تیرا ہو
بیومی۔ "بھول گئے نا۔ کانپور۔"

منشی جی۔ "کانپور۔ عجیب نام ہو! اسی لئے تو کہتا ہوں کہ قلی کو کیوں نہ ساتھ لیلوں۔"

بیومی۔ "تم سُن تو۔ قلی تم کو گاڑی میں بٹھا دیگا۔"

منشی جی۔ "مٹرو جی تم تو ایک بات پوری ہونے نہیں دیتیں اور دوسری بات شروع
کر دیتی ہو وہ جو تم نے کہا تھا کہ ٹکٹ لے لینا تو وہ کیسے لیلوں گا۔"

بیومی۔ "ٹکٹ جیسے لیا جاتا ہو ویسے ہی تم بھی لے لینا۔"

منشی جی۔ "جیسے لیا جاتا ہو؟ کیا بات ہوئی! اے بھلی ہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ جیسے پو۔"

بیومی۔ "سچ مچ تم سے تو بچے بھی زیادہ ہوشیار ہوتے ہوں گے! اے اس ٹکٹ بابو کو دم

دیدینا وہ تم کو کانپور کا ٹکٹ دیدیگا۔"

منشی جی۔ "بھلی ننھا نہ ہو یہی تو میں بھی سمجھنا چاہتا ہوں کہ آخر وہ ٹکٹ کتنے کا دیگا

اور میں بچکے آخر کتنے تاکا لیلوں مینی بس تم واجبی دام بتا دو مجھے کچھ اندازہ ہو جائے۔"

بیومی۔ "اے ہے تو کیا میرا ٹکٹ بھی گا بر مولی ہو گیا کہ تم کھڑے ہو کر مول تول کر دے گے۔"

اسپر دام خود ہی چھپے ہوتے ہیں اور وہی دام وہ تم سے مانگے گا۔"

فشتی جی: "ہاں یہ بات ہو تو یہ کہو بھئی! اچھا انتظام ہو کہ ایک مول ہو ان ٹکٹوں کا اچھا اچھا تو ٹکٹ کے داعی ہی ام تادیگا اور ہم ٹکٹ لیکر قلی۔ قلی ہی کہا تھا نا؟"
 بیومی: "ہاں قلی تم کو ریل پر بٹھا دیگا اب ہاں تم کو بہت سو مسافر کا پنور کے مجاہد گے
 تم کسی کے ساتھ ہو لینا۔"

فشتی جی: "اچھا ٹھیک ہے۔ مگر فرض کرو اور فرض کیا کرو دہشتندی ہی ہو کہ ہر بات پر انسان غور کرے اچھی طرح تو میں یہ کہہ رہا تھا۔ یہ کہ۔۔۔۔۔ لاجل لاقوہ۔۔۔۔۔ اب سوت
 تو سفر سوار ہو کوئی بہت ضروری بات تھی دیکھو! اگر یاد نہ آئی اور راستہ میں یاد آئی تو
 بتاؤ میں کیسے لوٹ کر آؤں گا تم سے کہتے ہیں پھر کہتا ہوں کہ تم بھی چلو تو اچھا ہے"
 بیومی: "تم بغیر سمجھے بوجھے ایک بات کہہ دیتے ہو میں کہاں ماری ماری پھروں گی تیار ہو
 اور یہاں گھر کس پر چھوڑوں۔"

فشتی جی: "گھر کا خیال آیا اگر یہ سوچا کہ وہاں ٹھیکو کس پر چھوڑ رہی ہو یقین جانو اس
 سفر کے خیال سے کچھ سمجھ کو آ رہا ہے وہ جو شغل ہو نا کہ ناچ ڈکے آنگن ٹیڑھا وہی بات
 ہو رہی ہو کچھ کچھ دل میں۔"

بیومی: "یہ کیا بات ہوئی ناچ ڈکے آنگن ٹیڑھا کی یہاں کوئی بات تھی ایک ہی کہنا
 یاد بھی آئی تو بے بات کی بات پر۔"

فشتی جی: "بہر اب لگا دو نظر میرے دماغ کو کہ ایک کہنا تو یاد کیوں لگتی ہو یا نہ ہو
 بے شغل مجھے خود تعجب ہے کہ آخر اس وقت یاد کیسے آگئی مگر بھئی خوب یاد آئی"

تو ان مطلب یہ کیا تو اس کے ساتھ لچاؤں قلی کو، یا پھر تم ساتھ چلو اسلے کہ اگر اتفاق ہو
 کوئی مسافر ہو اکانپور کا اسے بھی فرض کر لو کہ آج کوئی نہیں جا رہا ہے تو پھر۔
 بیوی ”جاکیسے نہیں، ہاں کہیں یا بھی ہو سکتا ہو ضرور تم کے مسافر میں کے اس کا میرے
 منشی جی ”اچھا بھائی تو اب میں جا رہی ہوں یقین جانو شبن کی ماں اگر یہ ترکہ کا قصہ تو
 تو کبھی جو میں یہ کالے کو سو کا سفر اکیلی جان سے کرتا جوانی میں کبھی گھر سے باہر نہیں نکلتے
 بڑھاپے میں یہ بھی لکھا تھا مقدس میں خیر تو تم سامان ایک جگہ اٹھا کے رکھ دو۔“
 بیوی ”تم یہ بستر باندھو جب تک میں ناشتہ باندھ کر لاتی ہوں۔“

(جاتی ہو اور منشی جی بستر باندھتے ہیں)

منشی جی۔ (خود اپنے سے) اوندھ دی نہیں لیٹ دوں اس یہ تو کچھ گھڑی سا ہو گیا نکالو
 اس کا ذکر کو انکے پھینکنے کی آواز) یا بٹھیکے۔ مگر۔۔۔ اس یہ تو میں نے تکیہ
 پھینک دیا ہو گا و اندر ہی ہو۔ لا حول و لا قوہ۔۔۔ (آواز دیتا ہو) اسے بھی تم ہی آؤ
 میری سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ (بیوی آتی ہیں)

بیوی ”بتا رہی سمجھ میں کیا آئیگا۔۔۔ اور یہ تم میرا بستر کیوں لیٹ ہے ہو کبھی تو کوئی
 کام ڈھنگ سے کر لیا ہوتا۔“

منشی جی۔ ”بھئی مجھے اس وقت اپنا اور پرانا نہیں سوچ رہا ہو۔ دیر الگ ہو رہی ہو آخر
 یہ جاتی کس وقت ہو ریل کی بجٹ گھر میں تک تو جانے کہاں لکھڑ بھول گیا ہوں پرانی چیز
 ہے اپنی ہوتی تو خیر۔“



منشی جی نوکر ہو گئے

منشی جی سوہے ہیں۔ خراٹوں کی آواز
ان کی بیوی ان کو آکر جگاتی ہیں۔

بیوی۔ "لو اور سونو۔ سارے بستر پر دھوپ پھیلی ہوئی ہے اور پڑے ہوئے سوہے ہیں۔
لے اب اُٹھ بھی چکو۔"

منشی جی۔ " (نیند کی غنودگی میں) اوں۔۔۔ ہوں۔۔۔ اونھ۔"

بیوی۔ "لے اب نوکر سی پر بھی جاؤ گے یا بس پڑے ہوئے اینڈ اکر و گے۔"

منشی جی۔ "لاحول ولاقوۃ۔ سونا حرام کر رکھا ہو تم نے تو کیا اچھا خواب کچھ رہا تھا
اس وقت کا خواب بالکل سچا ہوتا ہو (انگریزی لیتے ہیں) اخ۔ خا۔"

بیوی۔ "تمہارے بیان ہوتا ہو گا مونی دوپہر یا کا خواب اچھا۔ آج پہلا دن ہو نوکر کی
اور تم ہو کہ اب تک سونے ہی سے فرصت نہیں۔"

منشی جی۔ "اے اب یاد تو کر لینے دو خواب کہ کیا دکھایا ہو شاید کوئی ابھی ہی تبصر
نکل آئے۔ درخت پر چڑھنا تک تو یاد ہو اس کے بعد جانے کیا کیا دکھایا۔"

بیوی۔ "درخت پر چڑھنا اچھا ہوتا ہو ترقی کر و گے۔ مگر اب اُٹھ کر منہ ہاتھ دھو اور
منشی جی۔ "منہ ہاتھ دھو دلوں یہ ہے خواب جہنم میں جانے سوال یہ ہو کہ درخت پر آخر

میں چڑھایوں تھا کچھ بندوں وندروں کا قصہ تھا خواب میں۔ ٹھیک ہو ٹھیک ہے وہ بات یہ تھی۔۔۔ بات یہ تھی کہ۔۔۔ بھئی توبہ ہو جانے کیا بات تھی۔ جاگنے کی بات تو یاد رہتی نہیں ہیں سوتے کی کیا یاد رہیں گی۔

بیوی۔ بس اب بیٹھے ہوئے خواب کو یاد کئے جانا۔ دیکھ رہے ہو کہ دھوپ ہو چکی وہ دلیز تک۔

غشی جی۔ تو درخت پر چڑھنا اچھا ہوتا ہو۔ اور۔۔۔ اور۔ وہ میں نے تمنا بندہ کر دیکھنا کیا ہوتا۔

بیوی۔ وہ بھی اچھا ہوتا ہو۔ اب کسی سو دایس کر تیز کال دو گے تو کیا کوئی حرج ہوگا؟ غشی جی۔ اچھی حرج درج تو خیر کیا ہوگا مگر دل کو ایک کھوج سی رہیگی۔ تم نے تو پورا نکتہ ہونے دیا وہ خواب میں چڑھتا جا رہا تھا درخت پر اور درخت بڑھتا چلا جا رہا تھا آگے آگے بندہ تھا اور پیچھے پیچھے میں معلوم نہیں اسکے بعد کیا ہوتا۔

بیوی۔ اسکا مطلب یہ کہ یہ جو نوکری ملی ہو اس میں متاثر اور جب بڑھتا جا بیگا اور وہ بندہ جو ہے وہ تمہاری تنخواہ ہو وہ بھی بڑھتی رہیگی اور درخت رتبہ ہو وہ اونچا ہوتا بیگا۔

غشی جی۔ بھیس میری تم بھئی تب تو یہ خواب بہت اچھا رہا۔ اگر تم پورا خواب دیکھ لینے دیتیں تو یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ پیش ملیگی نوکری کے بعد کہ نہیں۔ تو کیا بتائی تم نے تبیر مگر بھئی بتائی خوب ہاں تو وہ درخت جو ہے وہ بندہ ہے۔

بیوی۔ درخت بندہ ہو؟ (ہنستی ہو) اچھا اب اٹھ کر منہ ہاتھ دھو کے کچھ کھا پی لو

اور جاؤ۔

منشی جی: "اس خواب کا مطلب یہ ہوا کہ یہ نوکری گویا اب ہی منتقل اچھا تو میں پہلے
ذرا خضاب لگا لوں۔"

بیوی: "اب مو خضاب لگے گا اس وقت بس تو پھر تم ہونچ چکے ٹھیک وقت پر۔"
منشی جی: "بھئی کمال کرتی ہو تم تو۔ اور صاحب یہ سفید بال یعنی سفید نہیں بلکہ کیا
کہتے ہیں ان کو۔"

بیوی: "سفید نہیں تو کالے ہوں گے۔"

منشی جی: "بھر وہی کالے ہوتے تو میں کجبت خضاب کیوں لگاتا۔ یہ تو دیے ہیں جیسے
وہ ہوتی ہے نا اسے بتاؤ نا۔۔۔ وہی۔۔۔ وہ۔۔۔ لا حول ولا قوۃ کل ہی پکانی تھی
اور اس چپ ہو۔"

بیوی: "کھچڑی۔"

منشی جی: "کھچڑی۔ کھچڑی۔۔۔ تو تم جلدی سے کھچڑی ہی پکا لو اس وقت اب تو کھجور سمجھو
بیوی: "کھچڑی نہ بلاؤ میں نے جو کچھ تیار کر دیا ہو کھ لو اور جاؤ خضاب خضاب۔"
منشی جی: "خضاب۔ بھئی خوب یاد دلایا یہ کھچڑی کا ذکر یوں آیا تھا کہ یہ بال کچھ کھچڑی ہو
ہو کر رہ گئے ہیں اگر انکو نیکہ حاکم کے سامنے گیا تو وہ نوکری ہرگز نہیں البتہ شاید منشن دیدیگا۔
بھئی نوکر رکھے جاتے ہیں کالے بال والے اور میاں نہ لہنے سر کی طرف سے جگہ بنا کر کھدیا ہو۔"
بیوی: "خضاب لگنا تھا تو رات ہی کو لگالیا ہوتا اب بوج چکے ہیں اور دس بجے کی ضروری

کب خضاب لگاؤ گئے کب اسے دھو گئے اور کب جاؤ گئے؟
 منشی جی: "تو میں ایک دن کی رخصت لیں آج کی۔ سال میں بارہ چھٹیاں دے کہتے تھے کہ
 نہیں گی میں سمجھوں گا کہ بارہ میں سے ایک ننگی۔ ایک گئی۔ کیا بچا۔ ایک دتین
 (اننگیوں پہ گنتے ہیں)

بیوی: "گیارہ۔"

منشی جی: "بس گیارہ بجے تک پہنچ جاؤں گا آج پہلا تو دن ہی ہو۔"
 بیوی: "اور پہلا ہی نمونہ یہ دکھاؤ گئے کہ دس کی جگہ گیارہ بجے پہنچے کر چکے تم نوکری۔"
 منشی جی: "تو مطلب کیا ہو یعنی بغیر خضاب لگائے چلا جاؤں۔ پھر جو بڑھاپے کا الزام لگایا
 تو تم جانو۔ میرا کیا ہو میں جاتا ہوں یونہی۔ ڈیسہ میں اپن ان بھی بنائے کہ نہیں اور ہاں یہ
 بھی ساتھ جائیگا کیا نام ہے اسکا۔۔۔ اگالداں۔"

بیوی: "اگالداں؟۔۔۔ یہ اگالداں اب کیا ہوگا میں نے کسی کو نوکری پر اگالداں
 لیجاتے نہیں دیکھا۔"

منشی جی: "تو اب تم بٹھیکر بیٹے اگالداں ہی پر بحث کر لو۔ نوکری کا معاملہ ہوا اور میں بھی
 آپ ہیں کہ ٹاٹا، لٹلے چلی جاتی ہیں بغیر اگالداں کے ایک منٹ بھی دھاک کی نہیں رکھتا
 سب سے پہلی چیز وہاں ہی لکھی ہوئی ہو کہ۔۔۔ دیکھ میں بتاتا ہوں کہ کیا لکھا ہو۔۔۔ تھو کو نہیں
 ۔۔۔ مت تھو کو۔۔۔ سیاری۔۔۔ تھوگ۔۔۔ مطلب یہ کہ تھو کنے کی سخت ممانعت ہو۔
 اور تم ہو کہ اگالداں پر اٹھ رہی ہو مجھ سے۔"

بیوی: ”تو اگا لداں موا ہے کہاں۔ وہ ٹھیکر اسا ایک کھا ہو مگر وہ دفتر بچانے کے کام تو ہے نہیں۔“

منشی جی: ”یہ گھر کھوڑی ہو کیا رٹخانہ ہے بے ضرورت چیزیں چاہے جتنی لیاو مگر کام کی ایک چیز بھی وقت پر نہیں مل سکتی اب لگی لگاٹی نوکری اسل گالداں کی وجہ سے جا رہی ہو۔“

بیوی: ”نوکری کیوں جا رہی ہو کچ لے آنا اگا لداں۔“

منشی جی: ”اسی لے تو کہہ رہا ہوں کہ آج کی رخصت لیلوں سیان درست ہو جائیگا اور خناب بھی گت جا بیگا بھر یہ کہ آج کچھ جی بھتی نہیں چاہتا جانے کو۔“

بیوی: ”تو یہ کہو نا کہ جی چاہتا نہیں اور ڈھونڈھ سکتے ہو بہانے۔“

منشی جی: ”بہانے۔ بہانے کون نامہ قول ڈھونڈھ رہا ہو البتہ نیتوں کسی نے نوکری نہیں کی ہو وہ جو شعر ہو نا کہ سوا نیت سے۔ عذرت کا فریضہ۔۔۔ آبا کا پیشہ سپرگری۔۔۔ مگر یہ تو کچھ سپرگری کے متعلق ہو شوا اور یہاں نیتوں سے ریاست جتنی آرہی ہے۔“

بیوی: ”بس اب تو بیٹھے بیٹے ریاست کئے جاؤ گھر تو شادیاں ریاستیں اب لڑکیا چاہتے ہو۔“

منشی جی: ”گھر شادیاں گھر کس گھت نے شادیاں یعنی میں نے خود نوکری کی فکر کی اور تم کہتی ہو کہ گھر شادیاں۔“

بیوی: ”اچھا خیر اب کون تم سے بحث کرے تم کو بانا ہو تو بابکواب۔“

منشی جی: ”میں ذرا نیاوں یا اب کہ تو دینسی چلا جاؤں نوکری کی جو دفتر کی اور حکومت جتا رہی ہو تم لااواب کچھ تنگی ونگی تو دہنہانے کو۔“

بیوی۔ "خدا ہی ہو جو تم نوکری پر ٹھیک وقت سے پہنچاؤ اور پہنچ بھی گئے تو وہاں جانے کیا کر دگے۔"

منشی جی۔ "بھئی یہ تم نے میرے منہ سے بات چھین لی میں اصل میں سنی جہ سے کچھ بچکا رہا ہوں کہ وہاں کام کیا کرنا پڑے گا اور مجھے ہو گا کیسے؟"

بیوی۔ "تو آخر تم کو کس کام پر لگایا ہے؟"

منشی جی۔ "کس کام پر؟۔ بس اسی کام پر کہ نوکر رکھ لیا ہو اور کیا کام ہوتا۔"

بیوی۔ "یہ تو مجھے بھی معلوم ہو مگر کام کیا دیا ہو کونسا عہدہ جو آخر یہ کچھ نہیں بتایا۔"

منشی جی۔ "عہدہ وہ وہ تو کچھ بھلا سا بتایا تھا کل سے یاد کرو رہا ہوں کمبخت یاد ہی نہیں آتا مگر کام ہو گا اس میں کچھ لکھنے پڑھنے کا۔"

بیوی۔ "آخر تم سے کیا پوچھا تھا حاکم نے اور تم نے کیا کہا تھا کہ میں کیا کام کر سکتا ہوں؟" منشی جی۔ "بھئی وہ تو یہ ہوا کہ نوکری لینا تھی مگھلو جو کچھ وہ پوچھتے گئے میں ہاں کرتا چلا۔ مرزا جی نے کہا تھا کہ ایڑی۔۔۔۔۔ ایڑی نہیں بلکہ پنجے جالو پھر تو کام ہو ہی جاے گا۔"

بیوی۔ "تو کچھ بناؤ تو کہ کیا کیا پوچھا تھا اور کس کس بات پر تم نے ہاں کی ہے؟" منشی جی۔ "ایسے بھئی انھوں نے پوچھا کہ آپ لکھے پڑھے ہیں میں نے کہا ہاں انھوں نے کہا، حساب کتاب جانتے ہیں میں نے کہا ہاں۔"

بیوی۔ "یہ تم نے کیوں کہا حساب کتاب تو تم ذرا بھی نہیں جانتے گنتی تک یاد نہیں ہو؟" منشی جی۔ "گنتی یاد نہیں ہو۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں مگر نوکری بھی تو لینا تھی میں نے تو

انگریزی تک کو کم دیا ہو کہ جانتا ہوں۔

بیومی: "بس تو پھر جیسی نم نو کری کر دے وہ مجھے بھی تپہ ہے۔"

منشی جی: "یہی بات مرزا جی بھی کہہ رہے تھے مگر میں پھر آخر کتنا کیا کیا جانتا ہوں۔"

بیومی: "بس یہی کہہ دیتے کہ معمولی لکھنا پڑھنا جانتا ہوں۔"

منشی جی: "کیا بات کسی ہو یعنی تم گھر کی میٹھنے والی ٹہریں تم کیا جانوان باتوں کو اگر میں

یہ کہتا تو اسی وقت اسی وقت دست دگرے دست دگرے انھہ
یعنی کان کپڑا کر نکال دیا جاتا۔"

بیومی: "اور اب کیا وہ رکھیں گے تم کو؟"

منشی جی: "تو پھر اب تم کچھ صلاح دو بات یہ ہو کہ تنخواہ اچھی ہو کون دیکھا مجھ کو سو سو روپیہ مہینہ
اسلے چھوڑنے کو بھی دل نہیں چاہتا اور نہ تم اس قابل ہو کہ تم کو عیوضی میں بھیجیں۔"

بیومی: "تو آخر تم اتنا جھوٹ کیوں بول کر آئے ہو انگریزی کا کام آئیگا اور ہاتھ پر ہاتھ دھو
بیٹھے رہو گے۔"

منشی جی: "جھوٹ ہا آخر اس میں جھوٹ کیا ہوا ہے نے یہ سوچا تھا کہ گھر پر کام لے آیا کرونگا
اور تین کے ماٹرسے انگریزی لکھوایا کرونگا مگر اب یہ چلا ہو کہ وہ دفتر ہی میں کام لیں گے۔ تو
اب بتاؤ نا کہ کیا صلاح ہے تمہاری۔"

بیومی: "صلاح کیا خاں دوں، کل سو تو متحدہ بھرتیں ہڑیا ہوا ہو کہ منشی جی سو اسو کے نوکر ہو کر
کل ہی ہتیلی پر سوں جاکر بیٹھانی تک تم نے ہوا دی اور اب پہلے ہی مجھ سے صلاح لیتے۔"

منشی جی۔ "میں جب عاکم سے ملنے جا رہا تھا تو تم آخر میرے ساتھ کیوں نہیں گئیں۔ اور کل تو کل غضب یہ ہو کہ آج بھی مجھ کو سمجھتے کہ اکیلا ہی بھیج رہی ہو اور جو وہاں کوئی ایسی سی بات ہو گئی تو؟ بیوی۔ "وہی تو میں کہتی تھی کہ یہ حاکم اندھا ہو یا کیا کہ جس نے تم کو سوسو کی نوکر سی بی بی آخر اُسے صورت نہیں دیکھی تھی تمہاری۔"

منشی جی۔ "کیا مطلب یعنی کیا میری صورت کے یہ تپہ جل جاتا ہو کہ میں۔۔۔ میں۔۔۔ یعنی میں کیا کہہ رہا تھا۔"

بیوی۔ "یہ تو متنازعہ حال ہے بس یہی تپہ چلتا ہو تمہاری صورت کے ٹھیک کر گئے ہو۔ دراز اسی بات کہ تم یاد دہتی نہیں میں کہتی ہوں کہ کل تم نے کس طرح بات کر لی تھی۔"

منشی جی۔ "بات کر نیکی آخر کیا ضرورت تھی بس گردن ہلاتا رہا۔ مرزا جی نے منع کر دیا تھا کہ زیادہ بات نہ کرنا۔"

بیوی۔ "بس تو پھر اب مرزا جی ہی سے پوچھو کہ کیا کیا جائے۔"

منشی جی۔ "مرزا جی سے اب کیا پوچھوں گا انھوں نے ایک کام کر دیا۔ اب میں خود عاقل بالغ ہوں اب تم تو یہ بتاؤ کہ نوکر سی پر جانا مناسب بھی ہو یا مل جاؤں۔"

بیوی۔ "میں کیا جانوں بیٹھے بٹھائے میرے تو پانچ سات روپے مٹھائی دٹھائی میں اٹھوا دیے اور ابھی کیا ہو اتو تقاضہ والے ناک میں دم کریں گے۔"

منشی جی۔ "بس اب بات پر غصہ کرو مگر یہ بتانا کہ میں کبھی جاؤں یا نہ جاؤں۔"

بیوی۔ "جاؤ کیوں نہیں وہاں جا کے صاف صاف آج ہی کہہ دو کہ میں انگریزی انگریزی

اچھا فرض کر دکھ اُس نے مجھ سے یہ کہا کہ تم جھوٹ کیوں بولے تو میں کیا کہوں گا۔
 بیوی۔ ”کد نیا کہ جھوٹ نہیں بولا تھا بلکہ میں سمجھا نہیں تھا آپ کی انگریزی۔“
 منشی جی۔ ”یہ ٹھیک ہے۔ اچھا ٹھہر جاؤ ذرا سا کاغذ دیدوان موٹی موٹی باتوں کو لکھ لوں۔“
 بیوی۔ ”اب لکھی ہوئی باتیں جا کے پڑھو گے اُسے سامنے بولا نوکر رکھتا بھی ہو تو نہ رکھے۔“
 منشی جی۔ ”اسیں آخر کیا بُری بات ہو خیر جانے دو۔ اچھا یہ بتاؤ کہ۔۔۔ ہاں۔۔۔ یہ بتاؤ
 کہ اگر اُس نے کہا کہ انگریزی نہیں جانتے تو پتلے پھرتے نظر آؤ۔ پھر میں کیا کہوں گا۔“
 بیوی۔ ”تم یہ کہنا کہ کوئی ہندوستانی کام دیکھے غریب آدمی ہوں پرورش ہو جائیگی۔“
 منشی جی۔ ”یہ تم نے بُری عہد بات کہی ہو۔ اصل میں بات تو جب ہو کہ موقع پر یاد آجائے اور ایک
 آدھ شعر بھی لکھو دو۔“

بیوی۔ ”بس یہی کہنا شروع تم نے یاد کیا اور بکے آخر شعر پھرنے کی وہاں کیا ضرورت ہے
 وہ انگریزی جاننے والا اہلکے شعر کیا سمجھے گا۔“

منشی جی۔ ”ایں۔۔۔ ہاں۔۔۔ ٹھیک ہے۔ تو بس ٹھیک ہو۔ اب میں یہ کدوں گا کہ
 جھوٹ نہیں بولا تھا۔۔۔ جھوٹ نہیں بلکہ غریب آدمی ہوں پرورش۔۔۔“
 بیوی۔ ”کر چکے تم بات۔ ذرا سی بات تک تو یاد رہتی نہیں آئیں بائیں شائیں جو منہ میں آتا ہو
 بکتے چلے جاتے ہو۔“

منشی جی۔ ”بھئی تو ایک کام کرو میں تا نگہ لے آتا ہوں تم بھی چلی چلو عورت کی بات کا
 زیادہ اثر ہوگا۔“

بیوی۔ "کون چلا چلے۔ میں؟۔۔۔ میں کہتی ہوں تنکو آخر ہوا کیلے ہے؟"
 منشی جی۔ "میں گھاس کھائیا ہوں۔ اپنے شوہر کی سفارش کرتے ہوئے جس عورت کو
 شرم آئے وہ عورت بھی کس کام کی؟"

بیوی۔ "دنیا جہاں میں کہیں بھی بیویاں میاں کو نوکری دوانے نہ جاتی ہونگی مگر تمہاری
 جو بات ہو دنیا سے نرالی ہو اب میں جاؤں کہ صاحب یہ میری میاں ہوں کو نوکری دیکھو؟"
 منشی جی۔ "اچھا تو اسیں کو فائدہ لگیا ایسا آپ کی شان میں؟"

بیوی۔ "وہ بھی کہے گا کہ عجب ہے، یہ مرد اور عجب ہے، یہ عورت دونوں کو کان کڑا کر نکالے گا؟"
 منشی جی۔ "مجال ہو اسکی جو تنکو اتھ لگا سکے میری ہوتے ہوئے اور تنکے ہونے سے تو میں
 بھی خیر رہوں گا۔ دوسرے یکے۔۔۔ دوسرے۔۔۔ دوسرے۔ خیر آگے کہو تم کیا کہہ رہی تھیں؟"
 بیوی۔ "میں یہ کہہ رہی تھی بیویوں کو لیکر دنیا میں کوئی بھی گیا ہو نوکری کرنے تو تم بھی؟"
 منشی جی۔ "تو بھئی بیچ اگر پوچھو تو مجھ سے اکیلا تو جایا نہیں جائیگا اگر اکیلے میں وہ ڈانٹ
 ڈیٹ بیٹھا تو سمجھو کہ خاندان بھر کی عزت گئی۔"

بیوی۔ "ڈانٹ کیوں بیٹھے گا صاف صاف کہ دنیا کا صاحب میں جھوٹ بولنا نہیں چاہتا
 میں انگریزی کا کام نہیں کر سکتا ہندوستانی کام ہو تو دیکھئے نہیں تو مجھے اجازت دیجئے۔"
 منشی جی۔ "اچھا سمجھو میں نے کہہ دیا۔ پھر وہ کیا کہے گا اور اگر وہ کچھ کہے تو میں کیا جواب دوں؟"
 اچھا سمجھ لو کہ تم صاحب ہو اور میں آیا ہوں اب میں کہتا ہوں۔ صاحب میں انگریزی میں
 کام نہیں کر سکتا ہندوستانی میں پڑش کیجئے میں غریب آدمی ہوں جھوٹ نہیں بولتا۔"

بیوی۔ " تو تم نے کل یہ کیوں نہیں کہا تھا ۔

منشی جی۔ " میں سمجھا نہیں تھا آپ کی انگریزی کو "۔

بیوی۔ " اچھا جاؤ تم کو ہندوستانی کام دیا جاتا ہو مگر تم خواہ کم ملیگی۔ "

منشی جی۔ " بس۔ یعنی بس اتنی سی بات ہوگی۔ تو یہ تو میں بات کر لوں گا۔ مگر ایک بات ہو کہ

دل کچھ دھڑک رہا ہو۔ بات یہ ہو کہ حاکم حاکم ہو اور تم۔ تم ہو تم نے میاں سمجھ کے کچھ رعایت

بھی تو کی ہے۔ "

بیوی۔ " رعایت کی اس میں کوئی بات ہو تم جاؤ تو اللہ کا نام لیکر۔ "

منشی جی۔ " تو جاؤں۔۔۔۔۔ جاؤں گا تو۔۔۔۔۔ مگر۔۔۔۔۔ "

بیوی۔ " پھر وہی اگر مگر۔۔۔۔۔ تم تو گھر ہی میں بیٹھے ہوئے باتیں بنا رہے ہو۔۔۔۔۔ تو یہ ایجن۔۔۔۔۔

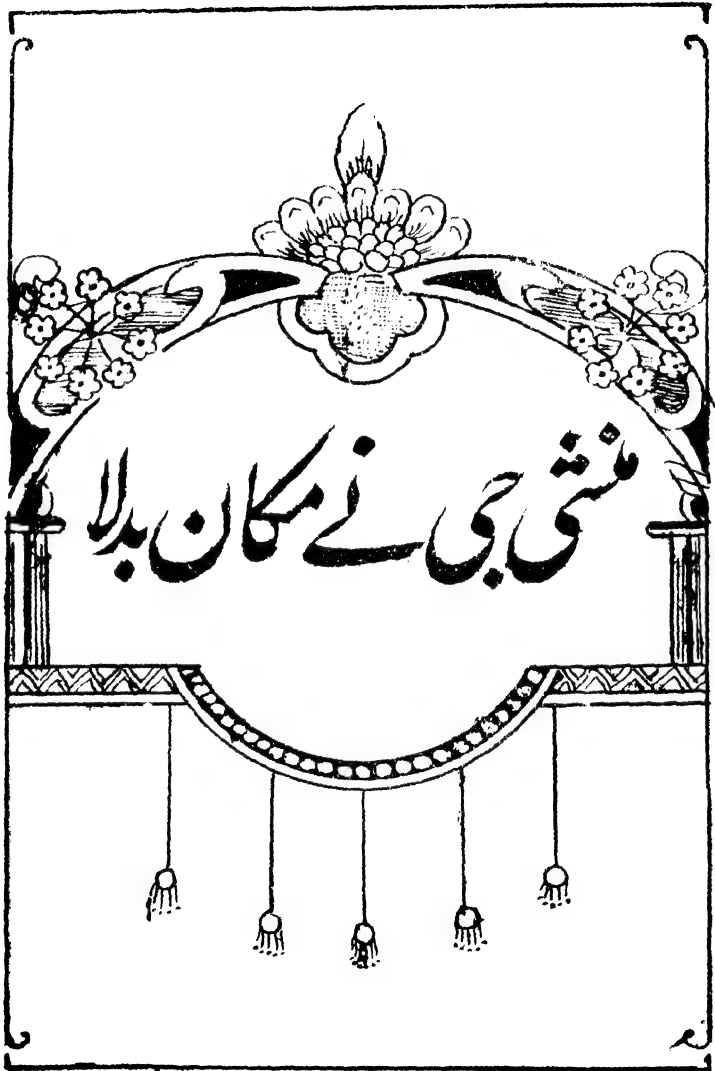
دو رہی ٹوپی جاؤ تو، پھر دیکھا جائیگا جو مقدر میں ہوگا۔ "

منشی جی۔ " فرض کرو کہ مقدر میں ہی لکھا ہو کہ وہ ڈانٹے مجھے تو۔ "

بیوی۔ " تم تو بیکار کو ڈرے جاتے ہو۔ دیکھو تو سہی گھڑی میں ساڑھے دس بجے کو آئے۔ "

منشی جی۔ " افوہ۔۔۔۔۔ اچھا تو جاتا ہوں۔ مگر ذرا مزاجی سے صلاح لیلوں۔۔۔۔۔ خیر

تو خدا حافظ۔۔۔۔۔ نبھئی اللہ مالک ہے، (جاتے ہیں)



منشی جی نے مکان بدلا

دروازہ کھلتا ہوا منشی جی گرتے گرتے پہنچے
ہیں بیوی گھبرا کر کہتی ہیں۔

بیوی۔ ”بسم اللہ۔ گرے ہوتے ابھی۔“

منشی جی۔ ”خیر۔ خیر۔ وہ میں مرزا جی سے پوچھ آیا کہ کن کن چیزوں کا اثر پڑا کرتا ہو۔“
بیوی۔ ”خیر ہوگا اب یہ بتاؤ کہ چل رہا ہے ہو مکان دیکھنے یا یہ اپنا کام شروع کروں۔“
منشی جی۔ ”لا حول ولا قوۃ۔ بات پوری تو ہو جانے دیا کرد۔ مرزا جی سے پوچھ کے آیا تھا تمکو
بھی دنیا کی ایک نئی بات معلوم ہو جاتی مگر تم تو ہر بات کو دل لگی سمجھتی ہو میرا کیا ہو جائے دو
جہنم میں گئی وہ بات۔“

بیوی۔ ”تو میں نے بات سننے سے کب انکار کیا ہو میں تو یہ کہتی تھی کہ مکان کا معلوم
ہو جاتا اُسکے بعد پوچھتی کہ کیا پوچھ کے آئے ہو مرزا جی سے۔“

منشی جی۔ ”مکان کا کیا معلوم ہو جاتا مکان اچھا ہو۔ ہوا دار ہو۔ دو کمرے اوپر ہیں نیچے
انگنائی ہو یا شاید اوپر انگنائی ہو اور نیچے دو کمرے اور۔۔۔۔۔“

بیوی۔ ”(بات کاٹ کر) یہ مکان دیکھنے آئے ہیں۔ یہ بھی یاد نہیں کہ کمرے نیچے ہیں کراچی
منشی جی۔ ”اے صاحب نیچے ہوں کمرے یا اوپر مطلب یہ کہ میں ضرور دو کمرے تم کو

دو کروں سے مطلب ہے اور کیا تم کسی کی جان لوگی۔ تو کہنے کا مطلب یہ کہ۔۔۔ مطلب یہ کہ۔۔۔ میں کیا کہہ رہا تھا۔۔۔۔۔

بیوی "یہ کہہ رہے تھے کہ دو کمرے ہیں چاہے وہ اوپر ہوں یا نیچے۔"
منشی جی "خیر یہ تو کہہ ہی ہا تھا مگر کس کس بات پر تھا۔۔۔ ٹھیک ہے وہ بات یہ تھی کہ۔
ہاں ٹھیک ہے وہ بات یہ تھی کہ دو کمرے ہیں تو کوٹھریاں ہیں اور ایک گولر کا درخت ہے
انگنائی میں۔"

بیوی "تو انگنائی نیچے ہی کہہ۔"
منشی جی "کیسے کہوں کہ نیچے ہے جو بات یاد نہیں رہی اُسکے لئے تم چاہتی ہو کہ خواہ مخواہ
بھوٹ بولوں۔"

بیوی "مباری سمجھیں تو ذرا سی بات نہیں آتی۔ انگنائی میں گولر کا پیر ہے تو کیا ہوا
گولر کا پیر چھت پر اگا ہوگا۔"

منشی جی "اِس؟۔۔۔۔۔ یہ کیا بات ہوئی۔۔۔۔۔ مگر ہاں ٹھیک ہے ہو بھی یہ تم نے خوب
بات نکالی یعنی خوب سمجھیں بھی ماہ داہ۔۔۔۔۔ تو اب یہ طے ہو گیا کہ انگنائی نیچے ہے
اچھا تو کمرے اوپر ہوئے اب۔"

بیوی "تو کیا نیچے خالی انگنائی ہو اور اوپر خالی کمرے۔"
منشی جی "خالی؟ اور صاحب پورا مکان ہی خالی ہو گیا بیو قونی کی بات پوچھی یعنی
اگر کمرے خالی نہ ہوتے تو مکان کیسے خالی سمجھا جاتا۔ اور مکان خالی نہ ہوتا تو کراہی پر ٹھکرو

کیسے ملتا یعنی تم خود غور کرو کہ میں جھوٹ تو نہیں کہتا؟

بیومی: "تو یہ تو تم سے بھی۔ میرا مطلب یہ ہو کہ کیا نیچے میں انگنائی اور اد پرپس و کمرو ہیں؟"
 منشی جی: "نہیں یوں تو نل بھی ہو پانی کا غسل خانہ بھی ہو اور باورچی خانہ بھی مگر گڑبڑ
 یہ پیدا ہو گئی ہو کہ کبھی ایک ہی وقت میں تین چار مکان دیکھے ہیں کسی میں نل اور پتھا کسی
 میں نیچے کسی میں کمرے کے اندر کوٹھری تھی کسی میں کوٹھری کے اندر کمرہ۔"

بیومی: (اسن کر) کوٹھری کے اندر کمرہ بھی تھا کسی مکان میں۔"
 منشی جی: "اِس..... ہاں..... کوٹھری میں کمرہ..... لاٹھری طاقتہ۔ یہ تو وہی بات
 ہوئی۔ کیا ہو نہ کسی نے شاعر نے کہا ہو..... ذرے میں دریا..... قطرے میں درہ۔
 اُنھ..... صحرائیں دریا..... تو یہ ہے سمجھنا کہ یہی ہوتا آتی نہیں ہو۔"

بیومی: "اے تو میں کیا بتاؤں۔ میں کیا جانوں تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ واہ۔"
 منشی جی: "کہنا یہ چاہتا ہوں کہ کوٹھری میں کمرہ والی بات جو میں نے کہی ہو وہ بالکل
 ایسی ہی بات ہوئی کہ جیسے شاعر نے کہا ہو..... لیجئے پھر وہی بات گھوم پھر کے اٹکل خیر تو
 مطلب یہ کہ کبھی غریب مکان اچھا ہے۔ باہر دروازہ پر پھیلی بنی ہوئی ہے۔"

بیومی: "مجھلی گئی موٹی پوٹھے میں۔ تم مجھے چل کے دکھاؤ وہ مکان۔"
 منشی جی: "مکان تو خیر دکھیتی رہنا مگر میں نے کہا آج مجھلی خوب یاد آئی یقین جانو تین
 چار دن سے دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ میرا کیا کھلنے کو دل چاہ رہا ہو مگر کچھ سمجھ میں
 نہ آتا تھا تو یہ بناؤ کہ کتنی مجھلی نگاہی جا لے۔"

منشی جی۔ "ساتھ کیا ہوتا ہمارا۔ ساتھ تو ہمارا اور میرا ہو۔ مگر کچھ کہا تھا مرزا جی نے اور وہ تھی کوئی ضروری بات کہ گھوڑا۔ تم یعنی بیوی اور مکان۔"

بیوی۔ "اچھا یہ کہا ہو گا کہ گھوڑے مکان اور بیوی کا اثر آدمی پر پڑتا ہے۔"
 منشی جی۔ "اے۔ ہاں۔ لیجئے صاحب کہا تھا مجھ سے اور یاد رکھا تم کو۔ کنال کرتی ہو بعض وقت تو تم۔ ماشا اللہ۔ ماشا اللہ۔ تو مطلب یہ کہ ہمارے گھر میں جو نحوست پھیلی ہوئی ہو وہ گھوڑے کی وجہ سے تو ہو نہیں سکتی۔"
 بیوی۔ "نہیں میری وجہ سے ہو۔"

منشی جی۔ "تماری وجہ سے؟۔۔ ہمارے جسے کیسے ہو سکتی ہو لاحقہ لاقوۃ۔ ہمارے متعلق تو بھئی میں آنکھ بند کر کے کہہ سکتا ہوں کہ میری زندگی سدھ گئی۔ مگر بات یہ ہو کہ گھوڑا میری اس سے نہیں تم نحوست پھیلا نہیں سکتیں اب کیا مکان۔"

بیوی۔ "اور اگر مکان بدلنے کے بعد بھی نحوست پھیلی رہے تو پھر مرزا جی کے کہنے سے بھی کچھ بدل دینا۔"

منشی جی۔ "لیجئے اپنے ان شروع ہو گیا صاحب نیا ق نہیں لگے اگر سچ بوجھ تو جس دن سے اس مکان میں آئے ہیں روز کی بیماری ہو مالی نقصان اٹک ہوا۔"

بیوی۔ "کوئی مالی نقصان ہوا۔ اس گھر میں مجھے تو ایک نقصان بھی یاد نہیں رہی بیماری آزار می وہ تو آدمی کے ساتھ لگی ہی تھی ہو۔ مرزا جی کا مطلب تو یہ ہو کہ ہم مکان غالی کر دیں اور وہ اسے خود لے لیں نہ کہ ہکا بکا دیا ہے اور تم ہو کہ بس کیا کہیں ہیں۔"

منشی جی۔ " تو مطلب بتا رہا یہ کہ مکان نہ بدلا جائے کبخت قبر کا سا مکان۔ زندگی میں قبر نصیب ہوئی ہو وہ کیا کہتے ہیں اسے۔۔۔۔۔ زندہ قبر۔۔۔۔۔ قبر زندہ۔۔۔۔۔ اُنھ۔۔۔۔۔ تھوہو اس دماغ پر بیوی۔ " زندہ درگور۔۔۔۔۔ "

منشی جی۔ " ہاں۔۔۔۔۔ زندہ۔۔۔۔۔ کیا کہا؟۔۔۔۔۔ درگور۔۔۔۔۔ تو زندہ درگور ہو گئے ہیں ہوا کا نام نہیں اس مکان میں۔ ٹھہر البتہ جتنے چاہے لیلو۔ بات یہ ہو کہ نالے کے اوپر بنا ہوا ہے کبخت اور نیچے بندھتے ہیں گھوڑے۔۔۔۔۔ یعنی مرزا جی کا کناٹھی کا سہم مکان کا اثر بھی بڑا رہا ہے۔ گھوڑوں کا بھی اور۔۔۔۔۔ "

بیوی۔ " ہاں ہاں کمونا اور بیوی کا۔ " منشی جی۔ " نہیں صاحب میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ ان دو دواڑوں کو تم اکیلی جان سے دُور کیسے کر سکتی ہو۔ "۔۔۔۔۔

بیوی۔ " اچھا تو چھوڑو مورا مکان مگر اب بھی طے کر لو کہ جھوڑے ہو اور جو مکان لے لے ہو اُسے اچھی طرح دیکھ بھال کر لو کہ تکلیف تو نہ ہوگی اسیں۔ "۔۔۔۔۔

منشی جی۔ " بھئی تکلیف تو ویسے ہوتی ہی ہو۔ میں نے کسی کتاب میں، یا کسی اخبار میں کتاب میں یا اخبار میں؟۔۔۔۔۔ اخبار۔۔۔۔۔ کتاب۔۔۔۔۔ ٹھیک ہو کسی اشتہار میں پڑھا تھا۔۔۔۔۔ کہ۔۔۔۔۔ کہ۔۔۔۔۔ کیجئے بھول گیا۔ یہ کس بات پر ذکر چلا تھا پڑھنے کا۔ "۔۔۔۔۔

بیوی۔ " مکان بدلنے پر۔ " منشی جی۔ " تو یہ ہو۔ اب کی قابلیت کے مائے تو اور بھی ناک میں مہو بکان بدلنے کا تو

آتی رہیں گی باہر سے ڈال دیا جائیگا تالہ یا مڑا جی کا نوکر رات کو سو رہے گا۔

بیوی۔ ”اور کھانے پینے کا کیا ہوگا آج؟“

منشی جی۔ ”بھئی بازار تو موجود ہی ہو تم تو ایک ایک بات مجھ ہی سے پوچھ رہی ہو۔ نہیں دیکھتیں کہ میں اسوقت دماغ سے کام لے رہا ہوں کچھ۔۔۔ لاکھ لاکھ نئے مکان کا راستہ یاد کر رہا ہوں کہ کدھر سے گیا تھا۔ پھر کس طرف مڑا اور پھر کدھر گھوما کچھ یاد ہی نہیں آتا۔“

بیوی۔ ”لو اور سنو چلنے کو تیار ہیں اور مکان تک یاد نہیں۔“

منشی جی۔ ”مکان کیسے یاد نہیں ہو، تم تو خواہ مخواہ کی باتیں کرتی ہو مکان کے اوپر تو بھلی بنی ہو دوسرے دروازے پہچان کیلئے میں نے کوالہ سے دستخط کر لیے ہیں اپنے بگڑاتہ کچھ عجب گڑ بڑ سا ہو اور محلہ کا نام۔۔۔ خدا متارا بھلا کرے۔۔۔ کچھ اونٹ پر ہو۔“

بیوی۔ ”اونٹ پر محلہ۔“

منشی جی۔ ”محلہ نہیں صاحب۔ تم چپ تو رہو۔ محلہ کا نام کچھ اونٹ پر ہو۔ اگر یاد نہ آیا اسوقت تو اچھا خاصہ ملا ملا یا مکان گویا گیا۔“

بیوی۔ ”اونٹ رہیں نے تو نام سنائیں کسی محلہ کا۔“

منشی جی۔ ”آپ گویا سارے شہر کی ٹھیکیدار ہیں میں ہو کے آیا ہوں اسی محلہ میں۔ اب آئندہ رہنا ہو وہاں اور آپ ہیں کہ اپنے نام ہی نہیں سنا۔ اونٹ محلہ۔۔۔ اونٹ ٹولہ۔۔۔ انونھ، اونٹ گنچ۔۔۔ یہ بھی نہیں۔۔۔“

بیوی۔ ”اونٹ نگر تو نہیں۔“

منشی جی: "اونٹ نگر۔۔۔۔۔ بھئی کیوں بکار رہی ہو۔ اونٹ نگر کسی محلہ کا نام ہو سکتا ہے۔
 نہ خود یاد کرنے مجھ کج بخت کو سوچنے دو۔۔۔۔۔ اونٹ۔۔۔۔۔ اونٹ آباد۔۔۔۔۔ لاجول والا قوہ
 اتنا بڑا محلہ اور دھیان میں نہیں آتا۔"

بیوی: "ابھادہ ہو کہ صر محلہ کچھ تو اتہ پتہ بتاؤ۔"
 منشی جی: "اتہ پتہ کیا خاک بتاؤں۔ میں نے تو مرزا جی سے پہلے ہی کہا تھا کہ مدتوں میں تو
 اس مکان کا راستہ یاد ہو گا مگر نہ لگے ہنسنے۔"

بیوی: "پھر بھی آخر تم پیدل گئے تھے یا سواری پر۔"
 منشی جی: "سواری پر کیا کرتا جا کر میں میسہ سطح برباد کرتا ہوتا تو آج گھر کی یہ حالت ہوتی
 تو خیر۔۔۔ میں پہلے تو گیا تھا ادھر کی طرف وہ کونسا محلہ ہو۔۔۔۔۔ ادھر کونسا محلہ ہو بولونا۔"
 بیوی: "حسین گنج۔"

منشی جی: "حسین گنج بس اسی کے آس پاس کہیں ہو وہ محلہ بہت سی گلیوں کے اندر جا کر
 پھر ٹرک پر بکلتے ہیں اب یہ نہیں یاد رکھو کہ وہ ٹرک کونسی ہے۔"
 بیوی: "کیا اچھا مکان آپ کھیلے آئے ہیں۔"

منشی جی: "پھر وہی مکان مکان کو کون کج بخت کہہ رہا ہو مگر میں اب اس کو کیا کروں کہ راستہ
 ذرا بھول سا رہا ہوں اتہ کوئی تبارے تو ابھی میں مکان کو پہچان لیں مکان کا پہچانا کونسی
 بڑی بات ہو اور نہ اب ایسی طاقت آئی جو مجھ پر کہ مکان بھی بھول جاؤں۔"
 بیوی: "تو تم یہ کیوں نہ کہو کہ مرزا جی کے نوکر کو ساتھ لیلو۔"

فمنشی جی۔ "بس ہاں یہ ٹھیک ہو مکان کا راستہ یاد کرنے کی دھن میں اس بات کا خیال ہی نہیں آیا تھا مگر دیکھ رہی ہوں دماغ کی حالت کہ ذرا سا شترخانہ یاد نہیں رہا۔" بیوی۔ "تو شترخانہ میں لیا ہو مکان۔"

فمنشی جی۔ "شترخانہ۔۔۔ شترخانہ۔۔۔ مگر یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ شترخانہ میں مکان لیا ہو۔"

بیوی۔ "ابھی تم ہی نے تو کہا کہ ذرا سا شترخانہ یاد نہیں آتا۔" فمنشی جی۔ "وہ تو میں جانتا ہی تھا کہ ٹھیکو یاد ہو یعنی منہ میں نام تھا اور زبان پر نہیں آتا تھا بات یہ ہو کہ شتر کہتے ہیں اونٹ کو۔ تو ہوا یہ کہ لفظ بھول گیا اور معنی یاد رہ گئے۔ تو اب بتاؤ تاکہ مرزا جی کے نوکر کو لیکر کیا کریں گے بس تانگہ والے سے کہیں کہ شترخانہ پہنچا دو۔" بیوی۔ "اور جو وہاں پہنچ کر مکان کا پتہ نہ چلا تو؟"

فمنشی جی۔ "یہ بھی ٹھیک کہتی ہو۔۔۔ مگر نہیں ٹھیک کیسے کہتی ہو وہاں پہنچ کر پتہ نہ چلنا کیا معنی بچاؤ نہ فو کہ چکا ہوں کہ مکان پر دستخط تک کر آیا ہوں اب بھی اگر نہ ملے تو چلے جہنم میں۔"

بیوی۔ "تو پھر لاؤ تانگہ میں جب تک اپنی بیٹی وٹی نکال کے رکھوں۔"

فمنشی جی۔ "اچھا رکھو بیٹی وٹی نکال کے۔۔۔ اور ہاں۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ خیر جانے کیا کہہ رہا تھا۔۔۔ تو خیر میں بیٹی وٹی لے آؤں جب تک تم تانگہ نکال کے رکھو۔" بیوی۔ "(ہنس کر) تم بیٹی لاؤ اور میں تانگہ نکال کے رکھوں۔"

منشی جی: ”اچھا خیر۔۔۔ اب نئے مکان میں چل کے ہنس لینا۔۔۔ اندھیرا ہو گیا تو کچھ دروازہ پر کہاں ٹھوٹا پھروں گا میں اپنے دستخط۔“

بیوی: ”تو جاؤ نا تم تا نگہ لینے۔“

منشی جی: ”میں ابھی دروازے پر سے پکارے لیتا ہوں تا نگہ والے کو تم تیار ہو بس اب جلدی سے۔“ (منشی جی جاتے ہیں)

(بیوی کچھ صندوق وغیرہ اٹھا کر رکھتی ہیں ایک آگ دھ دروازہ بند کرتی ہیں کہ اتنے میں منشی جی واپس آتے ہیں)

منشی جی: ”تو بھئی چلو۔۔۔ نشین کو میں نے پکڑ کر تا نگہ پر بٹھا دیا جو اب جلدی کر واد رہاں وہ راستہ ہی سے کچھ روشنی روشنی کا سامان لیتے چلیں گے یاد دلادینا مجھے۔“

بیوی: ”لو یہ صندوق رکھو اؤ تا نگہ پر۔“

منشی جی: ”صندوق؟ تو پکڑو اسے ادھر سے تم۔“

بیوی: ”اور میں اسے اٹھا کر ونسی سڑک پر نکل جاؤں۔ میں کہتی ہوں تمہیں آخر ہو گیا ہو؟“

منشی جی: ”تو پھر میں کیلا اسے اٹھاؤں؟“

بیوی: ”تا نگہ والے کو بلا لو وہ ہاتھ لگا دیگا۔“

منشی جی: ”بھئی میں خود یہی سوچ رہا تھا مگر آپ اپنی قابلیت کیسے جانیں۔ (جاتے ہیں اور آواز دیتے ہیں) ارے بھئی تا نگہ والے ذرا ادھر آنا۔ (دھن) آ جاؤ۔۔۔۔۔

یہاں یہ صندوق ذرا رکھو اؤ تا نگہ پر۔ (صندوق اٹھاتے ہیں) (قدموں کی چاپ)

